مغز قرآن از عارفان برداشتم
اُستخوان پیشِ سگان انداختم

فیوضِ عارفِ متکلم

ترتیب وتدوین: پیر محمد طاہر حسین قادری

Marfat.com

مغز قرآن از عارفان برداشتم
اُستخوان پیشِ سگان انداختم

ذخیرہ محمد اقبال مجددی

فیوضِ عارفِ متکلم

ملفوظات و مجالس

قدوۃ الاولیاء ، زبدۃ الاصفیاء، عارفِ یگانہ، قلندرِ زمانہ

حضرت سائیں پاک پیر سید غلام رسول شاہ گیلانی ، قادری رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تدوین :

ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین قادری

Marfat.com

کل الحقوق محفوظۃ
بحق قادریہ آرگنائزیشن
12845

بفیضانِ نظر

حضرت پیر محمد مظہر حسین حنفی القادری، سجادہ نشین منگانی شریف (جھنگ)

نام کتاب:	فیوضِ عارفِ متکلّم
نام محقق:	ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین حنفی القادری
منتظمِ اشاعت:	پیر سید رفاقت علی شاہ مشہدی الکاظمی القادری
کمپوزنگ:	وقاص حیدر قادری (راولپنڈی)
نظرِ ثانی:	ڈاکٹر حافظ عبدالواحد الازہری (سابقہ پروفیسر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد)
تعداد:	500
تاریخ اشاعت:	جون 2013ء
مطبع:	بی پی ایچ پرنٹرز، 25 نسبت روڈ لاہور
ہدیہ:	250 روپے

برائے رابطہ:

پیر محمد طاہر حسین حنفی القادری : 0345-7605097

پیر سید رفاقت علی شاہ مشہدی الکاظمی القادری : 0300-9548082

0333-5121200

Marfat.com

انتساب:

مشفق و مہربانِ من،

جناب پیر سید غلام صمدانی گیلانی دام لطفہٗ

کے نام..........!

جو اپنے آبائے کرام سے نہ صرف والہانہ لگاؤ رکھتے ہیں بلکہ اُن کی خدمت اور تعلیمات کو منظرِ عام پر لانے کیلئے ہمیشہ مصروفِ عمل رہتے ہیں

Marfat.com

فہرست

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

ابتدائیہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ محترم المقام پیر محمد طاہر حسین صاحب نہ صرف یہ کہ ایک علمی وروحانی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں بلکہ خود بھی باعمل صوفیاء میں بقیۃ الاسلاف ہیں۔ جس کا سب سے بڑا ثبوت ان کی شب وروز محنتِ شاقہ ہے جو نہ صرف انکی علمی قابلیت کو اجاگر کرتی ہے کہ فکری ارتقاء کو بھی پروان چڑھا رہی ہے۔ یہ اُنکی فکری ارتقاء ہی ہے جو مختصر عرصہ میں سینکڑوں کُتبِ دفینہ ورقیقہ کو انظارِ قارئین کو توجہ کا مرقع بنا چکی ہے اور اس پر متزاد اُنکی حالیہ کاوش ''فیوضِ عارفِ متکلم'' ہے۔

میں سمجھتا ہوں یہ کتاب نہ صرف خانوادۂ عالیہ کھوہ پاک شریف سے اُنکی وابستگی اور قلبی محبت کو ظاہر کرتی ہے بلکہ اپنے مشائخِ سلسلہ کی بے لوث خدمات پر دلیل بھی ہے جو اِن نفوسِ قدسیہ کی علمی وعملی اور روحانی اقدار کو اُجاگر کر رہی ہے اور جنابِ مُصنف کی مشاہداتی قوت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ویسے بھی قضا وقدر میں ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔ جتنی مرضی کوشش کی جائے نہ وقت سے پہلے کام ہو سکے گا اور نہ مقررہ وقت سے ٹل سکتا ہے۔ پھر جن اشخاص سے کام لیا جاتا ہے وہ بھی انتخاب شدہ ہوتے ہیں کہ فُلاں کے ہاتھوں اس کام کی تکمیل ہوگی۔ خوش نصیب اور قابلِ رشک ہیں وہ لوگ جن سے اللہ تعالیٰ ایسے مفید کام لیتا ہے۔ عارفِ روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشند خُدائے بخشندہ

(یہ سعادت بازو کے زور سے حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اللہ تعالیٰ خود عطا نہ فرمائے)

زیرِ نظر کتاب قندیلِ نورانی، فردِ لاثانی حضرت پیر سید غلام رسول شاہ صاحب گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ومجالس کا نیا مجموعہ ہے جو ایک طویل عرصہ کے بعد دستیاب ہوا، اور حضور کی نہایت گراں مایہ علمی وادبی اور روحانی یادگار ہے۔ محترم جناب پیر محمد طاہر حسین دام ظلہٗ العالی، اس نادر

Marfat.com

قلمی نسخہ کو صاحبِ ملفوظات کے وصال سے عرصہ ۴۶ سال بعد یارانِ طریقت کے استفادہ کیلئے منظرِ عام پر لا رہے ہیں۔ انہوں نے اس مجموعہ کی از سرِ نو ترتیب و تدوین فرمائی ہے۔ فارسی اشعار کا ترجمہ کیا۔ مشکل مقامات کے حل کیلئے حاشیہ لکھا اور عبارت کو عام فہم بنانے کیلئے مزید سہل کیا۔ ان کی یہ مخلصانہ کوشش ہمارے خانوادہ کیلئے بڑی قابلِ قدر ہے۔ اور وابستگانِ کھوہ پاک شریف اس علمی خدمت پر انکے ممنون ہیں۔

حضور پیر سید غلام رسول شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ جہادِ نفس میں آپ کو بلند مقام حاصل تھا۔ آپ عارفِ یگانہ اور قلندرِ زمانہ تھے۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے گہرے دوستانہ روابط رہے۔ آپ انہیں اکثر ''حضرتِ علامہ اقبال'' کے نام سے یاد فرماتے۔ انہوں نے اپنے کلام میں ''مردِ قلندر'' کے جو اوصاف بیان کیے ہیں وہ حضرتِ پیر غلام رسول شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں بدرجہا موجود تھے جیسا کہ فرماتے ہیں

مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر
ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر

۱۹۶۶ء میں آپ اس دارِ فانی سے دارِ آخرت کی طرف تشریف لے گئے تو آپ کے مسندِ سجادگی پر حضور والدِ گرامی پیر سید محمد عارف شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ متمکن ہوئے۔ بلاشبہ وہ ایسی خاموش طبع ہستئ خالدہ تھی جنکی خاموشی ہزاروں اسرار و رموز واشگاف کرتی اور جنکا فیضِ کاملہ و متکلمہ نہ صرف حیاتِ ظاہرہ میں ہی عام تھا بلکہ سفرِ عدم کے راہی ہونے کے ساتھ ساتھ مزید بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ جنازہ مبارک کا وہ منظر نگاہوں میں گھومتا ہے جب ہزاروں عقیدتمندوں کا مجمع جنازہ گاہ میں پہنچتا ہے تو لاکھوں کی تعداد میں بھورے رنگ کے پتنگے پورے جنازے کا طواف کرتے ہوئے ہزاروں نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ میرا یقینِ واثق ہے کہ یہ رحمت کے وہ فرشتے تھے جو ایک مردِ قلندر کے جنازہ کے استقبال کو آئے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گئے۔ انہی کمالات کی وجہ سے حضور پیر سید غلام رسول شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ''عارفوں کا عارف''

Marfat.com

ارشاد فرمایا اور آپ کی حیاتِ ظاہرہ و باطنہ دونوں اس قولِ حق کی صداقت کیلئے کافی ہیں۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم و برادرم پیر محمد طاہر حسین آف منگانی شریف ان گرانقدر خدماتِ عالیہ کو قبول فرمائے اور واصلین و متوسلین و حامئین کیلئے توشۂ معرفت بنائے آمین۔ بجاہ حرمتِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

سید غلام صمدانی قادری گیلانی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ قطبیہ کھوہ پاک شریف (اوکاڑہ)

Marfat.com

حرفِ نیاز

نحمدهٗ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبه الرؤف الرحیم الکریم

زیرِ نظر کتاب عارفِ ربانی حضرت سید پیر غلام رسول شاہ گیلانی رَوَّحَ اللّٰهُ رُوْحَهٗ وَنَوَّرَ ضَرِیْحَهٗ کے ملفوظات و مجالس کا مجموعہ ہے، جو آخری زمانۂ حیات میں مخصوص محافل میں آپ کی زبان دُرفشان سے جاری ہوتے رہے۔ آپ ہمیشہ ایک کیف اور محویت کے عالم میں رہتے، بہت کم گفتگو فرماتے تھے۔ بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

سعدیا بسیار گفتن عمر ضائع کردن ست
وقت عذر آوردن ست استغفر اللّٰه العظیم

ویسے بھی کثرتِ کلام سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ ''مشکوٰۃ شریف'' میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''انسان کا مقام خاموشی کے باعث ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے''۔

علم باوجود چراغِ راہ ہونے کے منزلِ مقصود نہیں، علم سے بوعلی سینا، ابنِ رشد اور فارابی تو بن سکتے ہیں لیکن محبوبِ سبحانی حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ، خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بہاء الحق نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کبھی نہیں بن سکتے۔ علامہ اقبال کو کہنا پڑا

بوعلی اندر غبار ناقہ گم
دستِ رومی پردہ محمل گرفت

مشائخ کا قول ہے ''اَلْفَقِیرِ یَحتاج الیه کُلُّ شیءٍ'' (فقیر اُسے کہتے ہیں جس کی طرف ہر چیز محتاج ہو) اور اسے سوائے ''وجہِ باقی'' (اللہ تعالیٰ) کے اور کچھ مطلوب نہ ہو۔

حضور فرمایا کرتے تھے ''ہم کلام ارادے سے نہیں کرتے، قدرتی نکل جاتی ہے، یہ ذات پاک کی طرف سے ہے، ہمارا کچھ بھی نہیں، وہ خود بولنے والی ہے اور سمجھانے والی ہے'' گویا

Marfat.com

جو میری ہستی تھی مٹ چکی ہے، نہ عقل میری نہ جان میری
ارادہ ان کا دماغ میرا ، خیال اُن کا زبان میری

کتاب ''مآثرِ شیرِ یزدانی'' جس روز طبع ہو کر منگانی شریف آئی، اُسی دن صاحبِ ملفوظات کے روحانی تصرف سے اِس کتاب کا مواد میسر آیا، تفصیل کچھ اس طرح ہے، مورخہ 8 جولائی 2012ء کو جناب پیر انوار حسین صاحب جلوآنوی نے بدست پیر سید رفاقت علی شاہ صاحب کاغذات کا ایک بستہ ارسال فرمایا جس میں مختلف اوراق پر نہ صرف حضور کی مجالس و محافل کی رُوداد قلمبند تھی بلکہ آپ کی سیرت و سوانح کے بارے انکی یادداشتیں بھی درج تھیں، انہوں نے مشائخ سلسلہ کی خدمت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بڑی فراخ دلی سے اپنا اکٹھا کیا ہوا تمام مواد بھیج دیا، مجھے اپنی علمی اور تحقیقی سفر میں ہمیشہ انکی معاونت حاصل رہی ہے جس کیلئے میں تہ دل سے انکا مشکور ہوں، جزاہُ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیر جزاءٍ

میں نے دن رات لگا کر ان کاغذات کو پڑھا اور پھر علیحدہ علیحدہ فائلیں بنائیں، سب سے پہلے ان سے حضور کی مجالس اکٹھی کیں، جو 49 بنیں، 45 ملفوظ، میں شمیر علی دُرویش کی کاپی سے نقل کیے گئے تھے، 3 ملفوظ (۱۔ 6 فروری 1958ء ۲۔ 10 فروری 1958ء ۳۔ 10 دسمبر 1958ء) میاں عبدالرزاق کاتب نے قلمبند کیے تھے اور ایک ملفوظ 8 فروری 1959ء والا پیر انوار حسین صاحب کا تحریر کردہ تھا، راقم الحروف، 19 جولائی 2012ء کو جنوبی پنجاب اور سندھ کے تبلیغی دورہ پر گیا تو صادق آباد شہر میں میاں عبدالرزاق کاتب کے گھر پر جا کر اُس سے ملاقات کی اور حضور کے بارے کافی معلومات وہیں قلمبند کیں۔ اُس نے اپنے تحریر کردہ تین ملفوظات کی نقلیں اور اپنی سات قلمی بیاضیں بھی بطور تحفہ دیں کہ آپ مشائخِ سلسلہ پر چونکہ کام کر رہے ہیں، ان میں کئی حضور کے فرمان آپ کو ملیں گے، مزید بتایا، میں نے حضور کے جو تین ملفوظ قلمبند کیے تھے اُن کا اصل مسودہ ایک مرتبہ حضرت پیر سید اسرار حسین شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین دربار قطبیہ یہاں تشریف لا کر مجھ سے لے گئے تھے باقی نقلیں میرے پاس ہیں، آپ کو مسودہ اب پیر انوار

Marfat.com

حسین صاحب سے دستیاب ہوا ہے۔انہیں یہ سائیں اسرار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہی ملا ہوگا۔

راقم الحروف نے تمام ملفوظات کو زمانی حساب سے ترتیب دیا ہے، مرتبین نے ہر ملفوظ کے شروع میں زیادہ تر تاریخ، ماہ و سال ہندی (بکرمی) اور قمری ماہ و سال یعنی ہجری کا اندراج کیا تھا۔چونکہ آج کل عیسوی سن و تاریخ کا رواج ہے اور ہر کوئی یہی زیادہ جانتا ہے، میں نے تاریخی تقویم کے ذریعے ساتھ ساتھ عیسوی سن و تاریخ بھی لکھ دی، فارسی اشعار کا ترجمہ کیا، ملفوظات کو عام فہم بنانے کی ایک حقیر کوشش کی لیکن حضور کے الفاظ نہیں بدلے تاکہ اُس دور میں جو لفظ بولے جاتے تھے یا جو آپ کا اندازِ گفتگو تھا اُسے ویسے ہی برادرانِ طریقت کی خدمت میں پیش کر دیا، البتہ حضور کے بیان سے مطابقت رکھنے والی بعض آیاتِ مقدسہ، احادیثِ مبارکہ اور اشعار جو میرے ذہن میں آئے انہیں نمبر لگا کر نیچے حاشیہ میں لکھ دیا تاکہ بات آسانی سے سمجھ آجائے۔

میرے پدر و مرشد حضرت سائیں پیر محمد کرم حسین رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً فرماتے تھے ''ہزار عارفین میں سے صرف ایک عارف کلام کرتا ہے اور اُسے بھی حق سبحانہٗ تعالیٰ کلام پر مامور فرماتا ہے تب وہ بولتا ہے ورنہ ہر ایک کا یہ مقام نہیں''۔پھر شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھتے

ایں مُدعیانِ در طلبش بے خبر انند
کاں را کہ خبر شُد خبرش باز نیامد

(جو اُسکی طلب کے مُدعی ہیں وہ خبر نہیں دیتے (خاموش رہتے ہیں) کہ اُن کو خبر ہوتی ہے مگر اس خبر کو ظاہر نہیں کرتے)

میں نے میاں عبدالرزاق کاتب کی بیاض میں پڑھا، ایک دن حضور نے بطور تحدیثِ نعمت فرمایا ''میں عارف بھی ہوں اور متکلم بھی ہوں''۔راقم الحروف نے آپ کا یہی جملہ پیشِ نظر رکھتے ہوئے کتاب کا نام ''فیوض عارفِ متکلم'' رکھا ہے

یہ کلام ایک عارفِ کامل اور مردِ قلندر کا ہے، جنکا طائرِ خیال ماوشما کی سوچ و ادراک سے وریٰ ہے، اگر کسی بات کی سمجھ نہ آئے تو بجائے تنقید کے اپنے فہمِ ناقص کو پیشِ نظر رکھیں، یہ لوگ ارباب

Marfat.com

قال نہیں اصحابِ حال تھے جیسا کہ خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

شبِ تاریک و بیمِ موج و گردابے چنیں حائل
کجا دانند حالِ ما سُبک سارانِ ساحلھا

اس کا پنجابی میں ترجمہ کسی نے خوب کیا ہے

رات اندھیری۔ گُمن گھیری دریا ٹھاٹھاں مارے
اوہ کی جانن سار اساڈا جیہڑے رہن کنارے

خداوندِ کریم اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تصدق سے اپنے پیاروں کا پیار اور پیروی نصیب فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

خاکِ راہِ صاحبدلاں
احقر العباد محمد طاہر حسین قادری غفرلہٗ
32 PATRICK ROAD
B 26 1SS
BIRMINGHAM ENGLAND
3، مارچ 2013ء بروز اتوار
سہ پہر تین بجے، قبل از عصر

Marfat.com

عارفِ ربانی حضرت پیر سید غلام رسول شاہ گیلانی نور اللہ مرقدہٗ

آپ شیرِ یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانی فتحپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے فرزندِ ارجمند تھے، سادات حسنی، رزاقی کے چشم و چراغ اور نسب کے لحاظ سے حضور غوث الثقلین سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی پچیسویں (۲۵) پشت سے تھے، ولادت باسعادت ایک اندازے کے مطابق 1306 ہجری/ 1887ء میں ہوئی۔ بچپن سے ہی اپنے والدِ ماجد کی بے پایاں محبت اور روحانی توجہات کے مرکز رہے، حضور شیرِ یزدانی اپنی گود میں بٹھا کر فرماتے میری طرف دیکھو اور اس طرح توجہ فرماتے کہ آپ پر غنودگی چھا جاتی، پھر سینے سے لگاتے اور پیار فرماتے، حضور شیرِ یزدانی کی روحانی توجہ کا ہی اثر تھا کہ آپ بچپن سے ہی خلوت کو پسند فرمانے لگے، گھر میں اپنے کمرہ کا دروازہ بند کر کے پہروں اندر بیٹھے رہتے، لوگوں کو دیکھتے تو طبیعت پر گرانی محسوس کرتے اور اُن سے علیحدگی اختیار فرماتے، رات کو خاموشی سے شہر سے باہر نکل جاتے اور اکثر ایک مسجد میں رات بھر قیام فرماتے، ایک روز خود فرمانے لگے ''یہ ازلی تقسیم ہے، ہمیں یہ نعمت اللہ پاک نے بچپن میں ہی عطا فرما دی، جیسا کہ مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

عشق کرم دا ازلی قطرہ تیں میں دے وس ناہیں
اِکناں لبھدیاں ہتھ نہ آوے، اکناں دے وچ راہیں
اِکناں لبھدیاں عمر گوائی، پلے پئی نہ کائی
اِکناں سمجھ جتو کی آئی، ایہہ نعمت گھر پائی

مزید فرمایا ''ہمیں سمجھ سے یہ چیز ملی، کوئی چلہ نہیں کاٹا، اس کو حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے طمع نہ رہے، جب تک طمع موجود ہے یہ چیز حاصل نہیں ہو سکتی''

میاں سید نے عرض کی حضور! جن لوگوں نے ڈھونڈ کی اور نہ ملا اُن میں محبت تو تھی؟ فرمایا

Marfat.com

''انکی کوشش تھی کہ ہم کچھ بن جائیں، اسلیے وہ حاصل نہ کر سکے، انہیں ذاتِ پاک کی محبت نہ تھی''
حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''تیرا نصیب تجھ کو ہی ملے گا خواہ تو اسکی کوشش کر یا نہ کر'' لیکن سمجھ کے متعلق بار، بار فرماتے ہیں ''اے لڑکے! سمجھ پیدا کر''۔ پھر وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ''سمجھ یکسوئی میں پیدا ہوتی ہے، یکسوئی ایک چراغ ہے جس کے ساتھ سب کچھ دکھائی دینے لگتا ہے''۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

چشم بند و گوش بند و لب ببند
گر نہ بینی سرِّ حق بر من بخند

(آنکھ، کان اور لب بند کر لے پھر اگر حق تعالیٰ کو نہ دیکھے تو سمجھنا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ مجذوب کی بڑ تھی)

فرمایا ''اللہ پاک کا پانا بغیر یکسوئی کے نہیں، جب ہم یکسوئی میں بیٹھتے تو دلیل کے پیچھے لگ جاتے، جہاں جائے، جائے، کبھی یہ خیال نہ کیا کہ یہ کس طرف جا رہی ہے، اسے موڑیں نہیں، جہاں جاتی ہے، جائے، وہ حقیقت کی طرف جاتی اور ہمیں آوازیں آتیں، پھر اس میں ایک کیفیت پیدا ہوتی جو دو جہاں کا خلاصہ ہوتا''۔ فرمایا کرتے ''میری عمر پانچ سال تھی جب میرے والدِ ماجد (حضور شیرِ یزدانی رحمۃ اللہ علیہ) مجھے سندھیلیانوالی شریف لے گئے''۔ ایک مرتبہ مجھے عقدہ پڑ گیا اور پندرہ دن رہا کہ نہ کوئی ولی ہے اور نہ نبی، یہ سب باتیں بنائی ہوئی ہیں، آخر پندریوں روز پچھلی رات کو میں ڈیوڑھی میں سے گزرا تو وہاں بابا سائیں (حضور شیر یزدانی رحمۃ اللہ علیہ) تشریف رکھتے تھے اور بیٹھے بیٹھے ذرا سو گئے تھے، میری آہٹ سُن کر پوچھا کون ہے؟ میں نے اپنا عرض کیا تو فرمایا اسوقت کہاں تھے، میں نے سمجھا کسی دُرویش کو چارپائی نہ ملی ہوگی، مجھے گھبراہٹ تھی، میں نے اپنا عقدہ عرض کر دیا کہ نہ کوئی ولی ہے اور نہ نبی؟ فرمایا آؤ تمہارا عقدہ حل کر دیتے ہیں اور مجھے اپنے پاس چارپائی پر بٹھالیا، فرمایا ''تیرا عقدہ نکالیں'' عرض کی ''جی ہاں'' میں نے دیکھا زمین و آسمان کے درمیان بابا ہی بابا ہیں اور کوئی چیز نہیں، روشنی ہی روشنی ہے، میں نے دیکھا تو بابا سائیں کے

Marfat.com

قدموں پر گر پڑا اور عرض کی "جناب کی شان کو یا جناب کا پیر دیکھتا ہے یا میں"

آپ زندگی کا بیشتر حصہ کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا رہے لیکن کبھی اپنی مسلسل علالت کے بارے کچھ نہ کہا بلکہ مصیبت اور تکلیف کو بے حد پسند کرتے اور فرماتے "انسان کا جو کچھ عروج ہے، مصیبتوں کے نیچے پڑا ہوا ہے"۔ایک مرتبہ آپ علاج معالجہ کیلئے روہڑی (سندھ) تشریف لے گئے تو حضور شیرِ یزدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لختِ جگر، نورِ نظر کو یہ خط تحریر فرمایا

اک نصیحت میری دلبر سن توں نال یقینے
اس پردیس نوں دیس پچھانیں جتنے رہیں مہینے
مَن قضاء قدر دا لکھیا ، ٹھنڈ پوے وچ سینے
شیر محمدؐ پئے عرصے ملسن یار نگینے

تو جواب میں آپ نے یہ عریضہ ارسال کیا

انشاء اللہ عمل کریساں نال خدا دی یاری
یار پیارا بھار چواوے ، نہیں ہوندی انکاری
کجھ پرواہ نہیں کیا ہویا ، جے بنی مصیبت بھاری
شیرؒ شیراں دا مدد ہوسیں ، جسدی او گنہاری

دسویں ماہ محرم والی رحمت گھٹاں چڑھائیاں
تے لَا خَــــوْفٌ والیاں رمزاں ماہی بہہ سمجھائیاں
تد جنت منقودہ والیاں کنجیاں یا پھڑائیاں
غلامؐ ، شیرنؒ دا پڑھ شکرانہ جس آزاد کرائیاں

آپ کو لڑکپن سے ہی گھوڑوں کا شوق پیدا ہوا، آپ کا نظریہ تھا گھوڑے بھی یادِ حق میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ شوق بھی آپ کی خلوت پسندی کا ایک ذریعہ تھا۔ چونکہ آستانہ شریف پر ہر

Marfat.com

وقت درویشوں کا ہجوم رہتا تھا اور تنہائی میسر نہ آسکتی تھی اسلیے آپ لوگوں کی نظروں سے بچ کر تنہا گھوڑے پر دریائے راوی کے کنارے سیر کرنے چلے جاتے اور وہاں کسی محفوظ مقام پر جہاں کوئی غیر نہ دیکھنے پائے۔ چھپ کر مصروفِ عبادت رہتے اور کافی رات گزر جانے کے بعد واپس گھر لوٹتے۔ ایک مرتبہ فرمایا ''ہم رات کو تنہائی میں کسی مقام پر بیٹھتے تھے۔ میری آواز سے اونچی آواز میں بے ساختہ '' ہُو '' نکلا تو ایک جٹ نے قریب ہی پانی لگایا ہوا تھا، میری آواز سُنی تو کہنے لگا '' لے بھائی بار وچ آ کے فقیریاں پیاں تر دیاں نی، ایہہ ادھی راتیں کدوں دا فقیر آ گیا اے'' حضور یہ بات یاد فرما کر مسکرا دیتے۔

آپ کی بیعت و خلافت حضرت پیر سید فضل حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے تھی لیکن سب سے پہلے اجازت بیعت آپ کو حضرت قطبِ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے عطا فرمائی، واقعہ کچھ اس طرح ہے حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے وصال سے تقریباً تین ماہ قبل جب ''جھوک چنن'' دعوت پر تشریف لائے تو اقوامِ چنن نے آپ کی سواری کیلیے ہاتھی پیش کیا، حضور اُس پر سوار ہوئے تو اپنے پیچھے پیر سید غلام رسول شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ شام کے بعد وہاں پہنچے۔ دوسرے روز کچہری لگائی تو بیعت ہونے کیلیے اسقدر مخلوق تھی کہ مرید کرتے کرتے دن کا ایک بج گیا۔ حضور نے فرمایا ''غلام رسول کو بلاؤ''۔ آپ حاضرِ خدمت ہوئے تو ارشاد ہوا ''یہاں بیٹھ جاؤ اور ان لوگوں کو مرید کرو''۔ آپ نے عرض کی حضور کی موجودگی میں میری کیا مجال ہے۔ فرمایا ''تمہیں اجازت ہے، مرید کیا کرو، اپنا کام بھی یہی ہے'' لیکن آپ نے حضور کے سامنے مرید کرنا بے ادبی سمجھا اور علیحدہ مکان میں جا کر بیٹھ گئے اور لوگوں کو مرید کرنا شروع کر دیا۔ یہ پہلی اجازتِ بیعت تھی۔ پھر آپ کے والدِ ماجد کے آخری ایام میں جب پیر احمد شاہ نے حضور شیرِ یزدانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ جناب اپنے صاحبزادہ کو بیعت لینے کی اجازت فرمائیں تو ارشاد ہوا ''بڑی خوشی سے اجازت ہے۔ باقاعدہ خرقۂ خلافت آپ کو حضور شیرِ یزدانی رحمۃ اللہ علیہ کے قُل شریف (بعد از وصال تیسرے روز کا ختم) پر آپ کے پیرو مرشد سائیں فضل پاک رحمۃ اللہ علیہ نے عطا فرمایا۔ وہ اس طرح کہ ختم قل خوانی کے بعد سائیں فضل

Marfat.com

پاک رحمۃ اللہ علیہ مجمع میں کھڑے ہو گئے اور حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''چونکہ ہمارا اور اس خاندان کا باہمی عاشق و معشوق کا سا تعلق ہے، اسلیے میں حاضرین، مریدین سے عرض کرتا ہوں جسقدر جناب مرشدی و مخدومی حضرت سید شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء و مریدین ہیں وہ سب حضرت صاحبزادہ سے ازسرِ نو بیعت کریں اور صدق و یقین سے جان لیں کہ آج تم میں یہ صاحبزادہ صاحب ہی حضور مرشدی و مخدومی موجود ہیں اور میں جنابِ الٰہی سے دُعا مانگتا ہوں کہ خداوند کریم اس خاندان کو بڑھائے اور صاحبزادہ صاحب کو اولادِ صالح عطا فرمائے اور یہ سلسلۂ فیضان تا ابد الآباد جاری رہے''۔ اسکے بعد سائیں فضل پاک رحمۃ اللہ علیہ نے دستارِ خلافت و سجادگی پیر سید غلام رسول شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے سرِ انور پر باندھی اور دعائے خیر فرمائی۔ حضور شیرِ یزدانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے آستانہ شریف کا سارا بوجھ دفعۃً آپ کے مبارک کندھوں پر آ پڑا مگر آپ کی خلوت پسندی میں پھر بھی فرق نہ آیا۔ ایک روز کسی نے پوچھا جناب لوگوں سے گریز کیوں فرماتے ہیں؟ ارشاد ہوا '' آجکل ہر شخص دنیاوی اغراض لے کر آتا ہے اور یہی تمنا رکھتا ہے، ذاتِ پاک کا اقرب حاصل کرنے بہت کم لوگ آتے ہیں لہٰذا میں دنیا کی باتوں میں اُلجھ کر اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا''۔

میاں سُلطان دُرویش بیان کرتا ہے فتحپور شریف ایک رات آپ ''چوبارہ'' پر آرام فرما رہے تھے کہ اچانک ''سبحان اللہ، سبحان اللہ'' کہتے ہوئے اُٹھ بیٹھے۔ میں نے اس بارے عرض کی تو فرمایا ''ابھی پنجتن پاک، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ، خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا، اور امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم تشریف لائے تھے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا بازو پکڑا اور فرمایا ''جس نے تیرا دایاں ہاتھ چُھوا، اُس پر دوزخ کی آتش حرام ہوگئی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور کا ارشاد دہرایا''۔ کچھ دنوں بعد جب سائیں فضل پاک رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ جس شخص کا ہاتھ تیرے ہاتھ میں آیا اسکے اوپر دوزخ کی آگ حرام ہے، پھر سائیں فضل پاک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی چیچی مبارک (ہاتھ کی چھوٹی انگلی) میری چیچی کے ساتھ ملائی تا کہ اللہ کریم ہم پر بھی اپنا فضل و کرم فرمائے''۔

راقم الحروف نے اپنے پدر و مرشد حضرت سائیں پیر محمد کرم حسین رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے

Marfat.com

سُنا ''علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ '' آپ سے بڑا لگاؤ رکھتے تھے، جن دنوں حضور سیدنا پیر غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ میو ہسپتال لاہور میں زیرِ علاج رہے، علامہ اکثر نیاز حاصل کرنے کیلئے آیا کرتے۔ بعض دفعہ کھانا بھی اپنے گھر سے آپ کیلئے لایا کرتے۔ ایک مرتبہ حضرت پیر سید سردار علی شاہ دہڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے علامہ نے اس اَمر کا اظہار بھی کیا کہ ''جناب کے مرشد زادے واقعی مردِ قلندر ہیں''۔

جب قیامِ پاکستان کا وقت آیا تو خلوتوں کے اس شہنشاہ نے یکا یک میدانِ جلوت میں قدم رکھا اور پاکستان کی معاونت کا علم سنبھالا، تمام عقیدت مندوں کو بُلا کر حکم دیا کہ اگر تم میرے اور میرے والدِ ماجد کے ساتھ منسلک ہو تو جسقدر ہو سکے پاکستان کی امداد کرو۔ چنانچہ ارادتمندوں نے پروانوں کی مانند بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کیں۔ پھر جب مہاجرین آئے تو آپ نے اپنا تمام اثاثہ راہِ حق میں دے دیا، فتحپور شریف چونکہ اوکاڑہ، ماڈی پتن روڈ پر واقع ہے اور ہندوستان سے پاکستان میں آنے والے مہاجرین کی گُزر گاہ تھا، آپ نے لنگر شریف کے تمام مال، مویشی مہاجرین کو کھلا دیئے۔ ہر روز آٹھ، نو ہزار آدمیوں کو کھانا کھلایا جاتا۔ یہ سلسلہ تقریباً ایک مہینہ جاری رہا۔ روزانہ بھینس، گائے اور اونٹ ذبح ہوتے رہے، جن سے مہاجرین کی مہمان نوازی فرماتے۔ اپنے مریدین کو کہلا بھیجا ''اگر کسی کے پاس ہندوؤں کا لُوٹا ہوا مال ہے تو وہ مہاجرین کو واپس کر دو، بلکہ اپنی طرف سے بھی انکی خدمت کرو''۔ آپ مہاجرین کو دیکھتے تو عجیب رقت طاری ہو جاتی اور انکی حاجت روائی کیلئے ہر ایثار کرنے پر تُل جاتے۔ اپنے گھر کی ایک ایک چیز کپڑے، زیورات اور برتن بھی انہیں عطا فرما دیئے۔ گھر میں ایک پیالہ تک نہ رہنے دیا۔ اور فرمایا ''میں چاہتا ہوں آج ہاتھ کے چلّو سے پانی پیوں''۔

جب کوئی اور چیز نہ رہی تو اپنے فرزندِ ارجمند پیر سید محمد عارف شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انہیں ہدیہ کر دیا اور فرمایا خداوندِ کریم کا ارشاد ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ تم (درجۂ کمال کی) نیکی ہرگز نہ پا سکو گے حتیٰ کہ (راہِ خدا میں) ان چیزوں سے خرچ کرو جن کو تم پسند کرتے ہو''۔ بعد ازاں عقیدتمندوں نے زرِ کثیر ادا کر کے صاحبزادہ صاحب کو ان مہاجرین سے واپس

Marfat.com

حاصل کیا۔ حضور فرماتے ”بحسب مرح مہاجرین اپنے گھر بار کو چھوڑ کر چلے آئے ہیں، میرا دل چاہتا ہے کہ یہ مکانات وغیرہ سب کچھ چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں“۔ ویسے بھی جب یہاں کا سب کچھ راہِ مولیٰ میں نثار کر دیا تو پھر وہاں رہنا کیسے درست ہو سکتا تھا لہٰذا ایک روز اچانک آپ نے رختِ سفر باندھا اور فتحپور شریف گھر بار اور اہل وعیال کو خیر باد کہتے ہوئے یہاں سے کم وبیش دس (۱۰) کوس کے فاصلہ پر بجید سائیں جہاں بہت بڑا قبرستان تھا، اپنا ٹھکانہ بنالیا اور ہر ایک چیز سے اختیاراً دست بردار ہو کر کنجِ قناعت اور گوشۂ تنہائی کو اپنی زندگی کا شعار بنایا پھر آخری دم تک سب سے بے نیاز اور بے پرواہ ہو کر ذاتِ پاک میں محویّت تامہ اور استغراقِ کاملہ کو حرزِ جان بنائے رکھا۔ یہاں قریب ہی ”چاہ پیر والا“ میں آپ کے دادا بزرگوار حضرت سید موج دریا رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پُر انوار تھا اور ”کھوہ“ یعنی کنوئیں کے ساتھ اپنی مملوکہ اراضی بھی تھی، جسے آپ نے ”ریڑ پاک“ یعنی آب و گیاہ زمین کو گرمیوں میں اور بجید سائیں کو سردیوں کیلئے مختص فرمالیا، عمر بھر کوئی پختہ مکان نہ بنایا، کہیں خام بارہ دریوں اور کہیں سرکنڈوں، چھپروں کے پردوں میں پوشیدہ رہ کر محوِ جمالِ ذات رہے۔ یہ جگہ بعد میں ”کھوہ پاک“ کے نام سے مشہور ہوئی۔

”کھوہ پاک“ سے تقریباً تین میل دور آپ کے مشائخ سلسلہ میں سے حضرت غوث بالا پیر رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ اقدس اور پرانا قبرستان ہے۔ آپ تنہائی کی تلاش میں اکثر وہاں چلے جاتے اور کئی روز قیام فرماتے، کبھی کبھی خلوت پسندی اسقدر غالب آتی کہ اپنے خدمتگاروں کو اردگرد کافی فاصلہ پر متعین فرما دیتے تاکہ کوئی راگیر آپ کو دیکھ نہ سکے اور نہ ہی کوئی ناگوار آواز کانوں میں پڑے۔ حتیٰ کہ اوقاتِ خاص میں چڑیا کی آواز تو کیا کسی کی آہٹ بھی آپ کو چونکا دیتی اور سخت ناراضگی کا اظہار فرماتے۔ لہٰذا خدمتگاروں کے علاوہ صاحبزادوں کی بھی مجال نہ تھی کہ جناب کی اجازت کے بغیر شرفِ باریابی حاصل کر سکیں۔ فرمایا کرتے ”مجھے اپنی بیماری میں تو راحت ہے لیکن اگر کوئی میری تنہائی میں مُخل ہو تو تکلیف ہوتی ہے“۔ ایک مرتبہ آپ مراقبہ میں بیٹھے تھے کہ ایک گلہری دوڑ کر آتی اور آپ کے سامنے پاؤں پہ کھڑی ہو جاتی، چند لمحوں بعد پھر دوڑ جاتی۔ حضور مسلسل آنکھیں

Marfat.com

بند کیے مراقبہ میں تھے۔ اب کی بار آ کر اپنے پاؤں پہ کھڑی ہوئی تو اچانک حضور نے آنکھیں کھولیں ۔ ذرا دبک سے گئے۔ گلہری پہ اچٹتی سی نگاہ پڑی تو وہ اسی وقت مر گئی۔ پھر کیا تھا ایک دُرویش کے ذریعہ سے اُسے اُٹھوایا تو وہ ختم ہو چکی تھی۔ اسے مردہ دیکھ کر آپ کی دھاڑیں نکل گئیں۔ اسقدر گریہ طاری ہوا کہ حضور کی سسکیاں بندھ گئیں۔ فرماتے ''میں نے اس معصوم سی جان پر کتنا ظلم کیا، اسکا میں قاتل ہوں۔ خداوندِ کریم مجھے معاف فرمائے اور رو، رو کر دعائیں مانگتے''

ایک مرتبہ ساون کے مہینے میں کہیں گزرتے ہوئے حضور کے پاؤں کے نیچے مینڈک آ گیا، لالٹین منگوا کر دیکھا تو اپنے پاؤں پر مکیاں مارتے (ہاتھ سے ضرب لگاتے) اور فرماتے'' تو نے مینڈک مارا ہے ، اسکا بدلہ دے گا بلکہ اسی دنیا میں بدلہ دے کر جائیگا'' چنانچہ آخری عمر میں آپ کے پاؤں کے تلوے میں کاربنکل ہوا، ظاہری سبب مرضِ شوگر کی وجہ سے پاؤں مبارک پر کاربنکل کا زخم ہوا اور اسکی وجہ سے پاؤں کی تین انگلیاں بھی اُڑ گئیں اور تلوے میں گہرا زخم پڑ گیا۔ ڈاکٹر پہلی پٹی کھول کر تلوے سے بہت سی دوائی سے لبریز کپڑے کے چیتھڑے نکالتا اور پھر نئی دوائی کے ساتھ نئے کپڑے کے چیتھڑوں سے بھر کر اوپر سے پٹی باندھ دیتا۔ ایک مرتبہ ڈاکٹر پٹی تبدیل کرنے کیلئے آیا تو آپ نے فرمایا جب میں کہوں تو پٹی تبدیل کر لینا اور مراقبے میں چلے گئے۔ ڈاکٹر واقف کار تھا اس نے حسبِ روایت وضابطہ پٹی مکمل کر لی اور علیحدہ ہو کر بیٹھ گیا۔ یہ عمل کم وبیش آدھ گھنٹے کا تھا۔ اتنے میں حضور نے آنکھ مبارک کھولی اور فرمایا اب پٹی تبدیل کر لے۔ ڈاکٹر نے جواباً عرض کیا حضور پٹی تبدیل ہو چکی ہے۔ آپ نے ذرا متبسمانہ انداز میں فرمایا'' مجھے خبر بھی نہ ہوئی''۔ سبحان اللہ اتنے بڑے زخم کو صاف کیا گیا، نئی پٹی باندھی گئی اور آپ کو خبر بھی نہ ہوئی۔

جب کبھی آپ عالم استغراق سے عالم صحو میں تشریف لاتے تو خدمتگاروں اور عقیدتمندوں کو اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت مرحمت فرماتے اور اپنے حال کے سمندر سے توحیدی اسرار ورموز کے لعل وجواہر لُٹاتے، جن سے اربابِ استعداد اپنا دامنِ مراد بھر لیتے۔ حضور کے کلام میں ایک خاص شیرینی تھی جو بھی سُنتا ضرور مسحور ہوتا۔ اکثر فرماتے'' اپنے رب کا پانا ایک گھات ہے، کبھی

Marfat.com

سالہاسال کی عبادت بھی بے سود جاتی ہے اور کبھی تیرا چانک نشانے پر جالگتا ہے، بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا **طے شود جادہ صد سالہ بہ آہے گاہے**۔

مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر اکثر پڑھا کرتے

پائے نوں اُنپایا جاتو ، مڑ مڑ پویں کوراہیں

ہر پایا اُنپایا تیرا ، جے اک پایو ناہیں

پھر حضرت بُلّھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مصرع دہراتے

پ: پاونا کھودنا کُجھ ناہیں ، سُدھا سُدھ ہے اپنا آپ تیرا

حضور جب بھی کلام فرماتے توحید کا ذکر نئے انداز سے کرتے اور طالبانِ حق پر معرفت کی نئی راہیں کھولتے ، اکثر فرماتے

تو ہے سبھ میں ، سبھ ہے تجھ میں دیکھ تو

رب کو ڈھونڈھیں ، پاویں اپنے آپ کو

ایک موقع پر فرمایا ''ہر شخص عارف ہے اور ہر شخص کو وہی حاصل ہے جو عارف کو ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ عارف جانتا ہے اور غیر عارف کو علم نہیں''۔ یہ بھی فرماتے ''جب تک انسان بے نیاز اور بے غرض نہ ہو جائے تب تک وصال نصیب نہیں ہو سکتا''۔ بے نیازی پر بہت زور دیتے اور یہی جواہر جناب کی ذاتِ اقدس میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ استغنا کے علاوہ طبیعت میں نفاست اور لطافت تھی۔ آپ کا طور طریقہ جہان سے نرالا تھا۔ لباس میں ، رہن سہن میں ، بود و باش میں جدت اور اچھوتا پن تھا۔ چارپائی پر بستر نہ بچھانے دیتے ، روئی سے کانوں کو بند کر کے اوپر پٹی باندھ رکھتے جس سے آپ کی پیشانی مبارک پر کھلا سفید نشان پڑ گیا تھا، پوہ کی سردی میں بھی سرِ انور پر تولیہ میں برف لپیٹ کر رکھتے اور اس تولیہ کی برف پگھل کر قطرات کی صورت میں آپ کے کندھوں اور جسمِ اطہر پر پڑتی رہتی تھی۔ سینہ مبارک پر سخت سردی میں بھی برف سے بھگویا ہوا موٹا کپڑا جیسے تولیہ بندھا ہوا ہوتا تھا، جس طرح چھوٹے بچوں کے گلے میں بب باندھ دی جاتی ہے اور

Marfat.com

یہ سینہ بے کینہ کو ٹھنڈک پہچانے کیلئے تھا۔ اور طرفہ تماشا کو حضور کے ہاتھوں اور پاؤں میں گرم دستانے اور جرابیں ہوتیں یعنی آپ کا جسمِ اطہر جامع الاضداد تھا گویا آپ کی ذاتِ اقدس میں سردی وگرمی، جمال وجلال اور صفاتِ متضادہ کا امتزاج تھا۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا ''مجھے ابتداء میں کشف کونی کا اسقدر انکشاف ہوا کہ زمین کے نیچے چھپے ہوئے خزانے نظر آتے، آسمان کی طرف دیکھوں تو فرشتے تسبیح وتہلیل میں مصروف نظر آتے۔ دائیں بائیں، آگے پیچھے، سب کچھ، مشرق ومغرب، شمال وجنوب یوں نظر آتا جیسے ہتھیلی پر سرسوں کا دانہ ہو۔ جہاں نیکوکاروں کے حسنات نظر آتے، وہاں بدکاروں کے سیئات نظر آتے، اب بھلا کسی کے سامنے اگر کوئی ظلماً قتل ہو رہا ہو، کوئی مظلوم خاک وخون میں غلطیدہ ہو تو طبیعت پر کیسے گراں نہ گزرے گا؟ میں بے حد پریشان اور تنگ ہونے لگا۔ چنانچہ میں نے عرض کیا خدایا! مجھے یہ کشف کونی نہیں چاہیے، مجھے کشف ذاتی چاہیے تاکہ ہر وقت تیری ذات میں محو ومستغرق رہوں''۔ ''پھر مجھے غوثیت کا مرتبہ پیش کیا گیا، میں نے یہ کہہ کر اسے مسترد کر دیا کہ مجھے مخلوق کی چوکیداری نہیں چاہیے، مجھے تیری ذات میں انہاکِ تامہ اور استغراقِ کاملہ چاہیے، میں نہ رہوں، تو ہی تو ہو''۔

ایک مرتبہ فرمایا ''اغواث واقطاب اڑتے ہوئے میرے پاس آتے ہیں، میں ان سے یہ کہہ کر جان چھڑاتا ہوں کہ آگے تشریف لے جایئے۔ یہاں آپ کی کوئی گنجائش نہیں، اپنے کام سے کام رکھیے، مجھے مضمحل نہ فرمایئے، وہ مسکراتے ہوئے چلے جاتے ہیں اور ہم اپنی ذات میں گم ہو جاتے ہیں''۔

حضور ہر وقت سوز وگداز، عشق ومستی، درد وکیف اور محویت واستغراق میں رہا کرتے تھے۔ علامہ پیر انوار حسین صاحب جلوآنوی بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ حضور کی خدمت میں میری زبان سے یہ شعر نکل گیا۔

بے فائدہ اسکا مرنا جس کو قضا نے مارا

مرنا اسی کا جانو جس کو ادا نے مارا

پھر کیا تھا حضور پر اسقدر درد وسوز وگداز کا غلبہ ہوا کہ مسلسل روئے جا رہے تھے، آپ کی

12845 2

Marfat.com

آرام کرسی ایسے ہل رہی تھی جیسے ہر چیز کانپ رہی ہو،ایسی سسکیاں تھیں کہ بے حال ہوئے جا رہے تھے،اسی عالم میں دُرویش مجھے لنگر خانہ میں لے آئے ،دوسرے دن پھر حضور کا بلاوا آ گیا، جب میں حاضر ہوا تو مجھے دیکھتے ہی آپ پر وہی گزشتہ رات والی کیفیت جاری وساری ہوگئی۔فرمایا تو نے وہ کونسا شعر پڑھا تھا، جب میں نے دوبارہ پڑھا

بے فائدہ اسکا مرنا جس کو قضا نے مارا
مرنا اسی کا جانو جس کو ادا نے مارا

تو پھر وہی گریہ وزاری، بیقراری، آہیں اور سسکیاں، اسی طرح تین روز تک مجھے بُلا کر وہی شعر سُنتے رہے۔

آپ کے پسرِ کلاں پیر سید محمد عارف شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شادی خانہ آبادی تھی ، براتی آئے ہوئے تھے۔آپ کے رشتہ دار، عزیز واقارب ، دیگر پیرانِ عظام اور درویشوں، عقیدتمندوں کا ایک وسیع حلقہ موجود تھا، جہاں آجکل حضور کا روضہ شریف ہے اس حویلی میں ایک جمِ غفیر انبوہ کثیر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح موجود تھا کہ حضرت پیر سید اسرار حسین شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین دربارِ قطبیہ، اپنے سسر سید محمد رمضان شاہ صاحب ایس۔ایس۔پی کے ہمراہ انکی گاڑی پر حضور کو لانے کیلئے ریڑ پاک تشریف لے گئے ،اتفاقاً راقم الحروف (پیر انوار حسین صاحب جلوآنوی) بھی حضور کی خدمت میں حاضر تھا، جب سائیں اسرار حسین آپ کے سامنے حاضر ہوئے تو حضور کے احترام کی وجہ سے سائیں اسرار حسین لرزہ براندام تھے، شدت سے کانپ رہے تھے جیسے آپ کے دانت بج رہے ہوں، حضور گاڑی پر سوار ہو کر حویلی کی طرف روانہ ہوئے ، میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے جب حویلی کے اندر داخل ہوا تو عجیب سماں تھا، حضور کی آرام کرسی درمیان میں تھی جس پر آپ تشریف فرما تھے، ایک طرف ساداتِ کرام، مہمانانِ گرامی کرسیوں پر براجمان تھے اور آگے سب عقیدتمند بیٹھے ہوئے تھے لیکن ایک ہُو کا عالم تھا، کسی کی کیا مجال کہ دم بھرے، ہر ایک دم بخود اپنی خوش قسمتی پہ نازاں تھا کہ حضور سائیں پاک کی زیارت فیض بشارت حاصل ہو رہی

Marfat.com

تھی۔سائیں اسرار حسین نے دُور سے مجھے اشارہ فرمایا کہ میں آگے بڑھوں، چنانچہ میں پھونک پھونک کر آہستہ آہستہ حضور کی طرف سیدھا قدم بڑھانے لگا۔حضور نے مجھے جونہی قریب دیکھا تو ہاتھ پھیلا دیئے اور فرمایا، آجاؤ مل لو، ملاقات و زیارت کے چند لمحوں بعد حضور نے دھیمی سی آواز میں مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، انوار حسین! کیا تمہیں وہ آیت کریمہ یاد ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کے متعلق فرمایا ہے کہ انہیں مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں۔میں نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا، پڑھو۔میں نے لحن کے ساتھ کھڑے ہو کر دست بستہ حضور کے سامنے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی، لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۔آپ نے سبحان اللہ پڑھا اور معاً فرمایا اب اس کا ترجمہ پڑھو۔میں نے پڑھا ''جو اللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں ان کو مردہ نہ کہو کیونکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں''۔تو فرمایا اب اس کی تفسیر بیان کرو۔میں نے تفسیر شروع کی تو آپ بار، بار اپنی برادری اور سادات کرام کی طرف دیکھتے، جس سے مجھے آپ کے ہی تصرف سے یہ احساس ہوا کہ ان میں سے جو شیعہ مذہب سے تعلق رکھنے والے ہیں آپ ان کو سمجھانا چاہتے ہیں، چنانچہ میں نے شیعہ کے رَد میں کھل کر بیان کرنا مناسب سمجھا جس پر آپ کبھی کبھی مسکرا دیتے۔کم و بیش پندرہ (۱۵) منٹ بیان ہوا، آپ کی نازک طبع بھی ملحوظِ خاطر تھی۔جب میں بیٹھ گیا تو حضور کے داماد سید اقبال حسین شاہ صاحب نے حضور کے فرزند ارجمند پیر سید غلام دستگیر شاہ صاحب جو کہ حضور کے پاس ہی فرش پہ بیٹھے تھے، اُٹھایا اور بے ساختہ روتے ہوئے حضور کے سامنے کھڑے کیے تو حضور نے نظر بھر کر انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا، یہ کون ہے؟ سید اقبال حسین شاہ صاحب نے اپنے والہانہ جذبات پر قابو پاتے ہوئے عرض کیا، آپ کا بیٹا غلام دستگیر ہے، تو حضور نے متبسمانہ انداز میں فرمایا، ماشاء اللہ اب تو جوان ہو گیا ہے (حضور، دس سال کے بعد اپنے بیٹوں سے مل رہے تھے)۔پھر سید اقبال حسین شاہ نے پیر سید غلام محی الدین شاہ صاحب کو آگے کیا۔حضور نے فرمایا یہ کون ہے؟ تو سید اقبال حسین شاہ نے پھر رو کر عرض کیا: حضور! یہ آپ کا بیٹا غلام محی الدین ہے، تو مسکرا کر فرمانے لگے میں پہلے سوچ رہا تھا کہ

Marfat.com

میرے آگے یہ سوہنا سا لڑکا کون بیٹھا ہوا ہے۔ پھر دونوں صاجزادگان کو یکے بعد دیگرے گود مبارک میں لے کر پیار فرماتے اور بار بار دیدہ بوسی فرماتے۔ اتنے میں فرمایا مجھے بخار ہو رہا ہے، میں واپس اپنے ٹھکانے (رَیڑ پاک) جانا چاہتا ہوں۔ سید اقبال حسین شاہ نے عرض کیا، حضور! سائیں محمد عارف کو کھارے پہ چڑھانا ہے، تو فرمایا یہ سب ہندوؤں کی رسمیں ہیں جنہیں تم نے اپنا رکھا ہے، وضو کرے اور کپڑے تبدیل کرلے، اللہ، اللہ خیر سلاّ اور بارات لے جاؤ۔ یہ فرما کر اُٹھ کھڑے ہوئے، سائیں اسرار حسین گاڑی لائے اور آپ رَیڑ پاک تشریف لے گئے۔

حضور فرمایا کرتے ''کامل پیر کی یہ کوشش ہوا کرتی ہے کہ وہ مرید کو سیدھی راہ پر چلائے جبکہ عامل لوگ وظیفے بتا کر لوگوں کو پھراتے رہتے ہیں۔ کامل پیر جس وقت کسی کو مرید کرتا ہے تو عشق کی ایک چنگاری اُسے عطا کرتا ہے، آگے مرید کا کام ہے اس چنگاری سے بھانبھڑ (آگ کا الاؤ) مچائے یا بُجھا دے''۔ پھر مثال دیتے، ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کو ایک کام کہتا ہے کہ یہ کر کے آؤ۔ جب وہ کام کر کے آئے گا اور اچھا کر کے آئے گا تو کہنے والا خوش ہوگا یا نہیں؟ پھر وہ خوش ہو کر کیا دے گا؟ تو سامعین نے عرض کی، انعام دے گا۔ فرمایا، اسی طرح مرید صادق الیقین جب عشق کی چنگاری میں اپنا کام مکمل کر لیتا ہے تو پیر بھی اُس پر خوش ہو جاتا ہے اور جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے، اسے بطور انعام عطا فرماتا ہے''

ایک مرتبہ فرمایا ''اگر تمام اولیاء کی کتابیں اکٹھی کردیں تو پہاڑ بن جائے لیکن کسی کو کیا حاصل ہوا، وہی نقل در نقل۔ کیا ضرورت تھی ان کتابوں کی، یا تو حقیقتِ باری تعالیٰ کے بارے کوئی فرماتا اور اضافہ کرتا، اسلیے ہم نے کتابوں کا مطالعہ نہیں رکھا۔ یکسوئی اور تنہائی میں سب کچھ ہے، انہوں نے کانے گاڑے ہیں۔ دُرویش کو ان کتابوں سے صرف گواہی ملتی ہے اور وہ خوش ہو جاتا ہے کہ جو ان بزرگوں نے لکھا، مجھ پر بھی وہ وقت آ گیا ہے''۔

اکثر فرماتے ''جب تک نظروں میں غیر ہے تب تک شرک ہے اور شرک کو اللہ پاک نہیں بخشے گا''۔

Marfat.com

راقم الحروف (محمد طاہر حسین غفرلہ) کے پاس حضرت پیر سید اسرار حسین شاہ بخاری ﷫ سجادہ نشین دربارِ قطبیہ کی ایک کیسٹ ہے جس میں آپ بیان فرماتے ہیں ''میری دستار بندی کا موقع تھا۔1956ء میں حضور سائیں غلام رسول ﷫ یہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ہم چار آدمی حضور کی خدمت میں حاضر تھے،سید محمد حسین،سید خادم حسین، میں (سائیں اسرار حسین) اور شیخ محمد رمضان،یعنی بڑی مخصوص محفل تھی۔اسوقت موضوعِ گفتگو ''نکتہ'' تھا۔سائیں غلام رسول ﷫ نے اس پر دو، تین گھنٹے گفتگو فرمائی۔صرف ایک ''نکتہ'' کے بارے ایسے ایسے نکات بیان فرمائے کہ کیا کہنے۔

حضرت پیر سید غلام رسول شاہ ﷫ دنیا سے نرالے سخی تھے۔جناب کا آستانِ پاک صدہا مساکین وغرباء کا ملجا و ماویٰ تھا اور آپ ہی ان کے خرچ واخراجات کے کفیل تھے۔جسقدر لوگوں میں دولت لٹاتے اسقدر خوش ہوتے۔کبھی یہ خیال نہ کیا کہ کچھ ہے یا نہیں،اپنے پاس پیسے نہ ہوتے تو قرض لے لیتے۔اکثر مقروض رہتے جو آہستہ،آہستہ اُترتا،روزانہ آپ کی کم از کم بھی سو روپیہ سخاوت ہوتی۔کوئی خوبصورت آواز میں آذان پڑھتا تو فرماتے اسے دو ہزار روپیہ دے آؤ۔بیواؤں کو بطورِ خاص نہ صرف پیسے دیتے بلکہ ان کے مکانات کی بھی مرمت کروادیتے، سردیوں میں لنگر شریف کا غلہ تقسیم فرمادیتے۔اکثر اس موقع کی تلاش میں رہا کرتے تھے کہ راہِ حق میں خرچ کیا جائے،ایسے کئی واقعات مشہور ومعروف ہیں:

☆ ایک مرتبہ صبح کی سیر کیلئے تشریف لے گئے،راستے میں ایک لڑکا پھٹے پرانے کپڑوں میں بیٹھا دیکھا،اسکے بارے پوچھا تو آپ کو بتایا گیا کہ اس کے والدین کو گاؤں والوں نے باہر نکال دیا ہے۔یہ اس ٹیلے پر جھونپڑی میں رہتے ہیں۔انکی خستہ حالت دیکھ کر آپ واپس تشریف لائے اور 12 من گندم،10 من چاول،ایک لیاری بھینس،مدھانی، چٹورا اور گھر کے نمک،مرچ کے علاوہ کھانا بھی تیار کروا کر انہیں بھجوایا اور فرمایا ''جب تک وہ لوگ نہیں کھائیں گے میں ہرگز کھانا نہ کھاؤں گا''۔

Marfat.com

☆ ایک مرتبہ چھ گھوڑے اپنے سامنے دیکھ کر فرمایا، یہ بڑے قیمتی ہیں اور مجھے بہت پیارے ہیں لہٰذا خدا کی راہ میں پیاری چیز کو دینا چاہیے۔ میرا دل کہتا ہے کہ انہیں خدا کی راہ میں دے دوں۔ پھر بمع زینیں چھ دُرویشوں کو اُن پر سوار کیا اور فرمایا جہاں کہیں دیکھو مہاجر انکی پرورش کر سکے علیحدہ، علیحدہ دے آؤ۔ جب یہ گھوڑے بھجوائے تو آپ کے چچا زاد بھائی پیر احمد شاہ صاحب نے عرض کی، کچھ اپنے بچوں کیلئے بھی رہنے دیں تو حضور کے سامنے ایک مورنی نسل کی گھوڑی کھڑی تھی، فرمایا ''یہ تم لے جاؤ اور آئندہ ایسی بات سے مجھے مت روکنا کیونکہ یہ اللہ کا مال ہے اور اُسی کی راہ پر جائے گا، ہاں، تیرا بھی حق ہے کیونکہ اوّل خویش بعد دُرویش اور ہمارے سب خویش ہیں''

☆ ایک مرتبہ اوکاڑہ کی جامع مسجد جو شہر کے وسط میں ہے وہاں کے منتظمین نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کی قربانی کی کھالوں سے ہمیں بھی حصہ عنایت فرمایا جائے کیونکہ قربانی کے موقع پر لنگر شریف میں جسقدر کھالیں ہوتیں آپ مسجد و مدرسہ کو عنایت فرماتے تھے۔ حضور نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں محبوب چیز دینے سے اسکی خوشنودی حاصل ہوتی ہے'' اور مسجد کی تعمیر میں نہ صرف بڑھ چڑھ کر حصہ لیا بلکہ کثیر خرچہ اپنی گرہ سے ادا کیا۔ میرے سامنے اسوقت انتظامیہ مسجد چوک کلاں اوکاڑہ کا ایک پمفلٹ ہے جو قاضی عبدالرحمٰن سیکرٹری انجمن تعمیر مسجد و تحفظ اوقاف اوکاڑہ کی طرف سے شائع ہوا۔ اُس میں صرف دو سالوں میں حضور نے جو عطیات مسجد و مدرسہ کو دیئے اس کی تفصیل کچھ اسطرح لکھی ہے ''حضرت پیر سید غلام رسول شاہ صاحب پیر روحانی مدظلہ العالی سجادہ نشین فتحپور شریف جو ایک خدارسیدہ بزرگ ہیں اور دنیا سے سوائے ضروری امور کے تعلق قطع کیے ہوئے ایک غیر معروف موضع میں قیام پذیر ہیں، 21 اگست 1955ء کو آپ نے 6 گھوڑے، 50 تولہ سونا کے زیورات، 2 عدد گاؤمیش، اور 2205 روپیہ نقد عطا فرمایا۔ اسکے بعد حضرت نے مدرسہ عربیہ کے اساتذہ سے ملاقات کی تو طلباء کیلئے 38 عدد بستر، 50 طلباء کو مکمل ملبوسات، 4 بوری آٹا، 25 من چاول، 2 بوری گڑ، 2 کنستر گھی عطا فرمایا۔ مورخہ 4 مئی 1956

Marfat.com

ءکوحضرت نے 30 گھوڑے معہ ایک بہترین تانگہ اورایک ہزارروپیہ کے طلائی کنگن مسجد کے سپرد کیے۔مسلمانوں کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ضلع منٹگمری کے پیرانِ عظام وگدی نشینان کوحضرت کے نقشِ قدم پر چلائے‘‘۔

جناب رسم ورواج کو پسند نہ کرتے تھے،نئی چیز کی نسبت پرانی چیز استعمال میں لاتے۔ہمیشہ سادگی مطلوب رہی۔ادنیٰ چیز کی مرمت کرواتے تو بہت خوش ہوتے اورفرماتے’’قناعت بہرحال اولیٰ تراست‘‘۔جوعمارت بنائی عارضی ہوتی۔ہرسال نئی چھت ڈلواتے۔پختہ مکانات سے نفرت تھی۔ساری زندگی کچے مکانوں میں رہے بلکہ چھپروں کو پسند فرمایا۔جوخیال آیا،صرف دو،دودن کیلئے کیوں نہ ہو،بے حد محنت سے بنواتے مگر جب خیال ہٹ جاتا تو استعمال تک نہ فرماتے۔

ملکی سیاست سے کبھی دلچسپی نہ رہی بلکہ نفرت فرماتے تھےلیکن 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں رضائے الٰہی کی خاطر حکومتِ پاکستان کی بے حد معاونت فرمائی۔آپ نے زندگی بھرکسی سے کوئی چیز قطعاً طلب نہ فرمائی لیکن اس موقعہ پراپنے صاحبزادوں کوحکم فرمایا کہ تمام مریدین کے پاس جاکرقومی دفاعی فنڈ طلب کریں اوروہ دل کھول کر ہرصورت میں چندہ دیں۔چنانچہ سینکڑوں بستر،گندم،ضروری سامان خانہ داری جمع ہوا۔جمع شدہ اشیاء کے علاوہ حضور نے اپنی طرف سے بھی ہزاروں روپے کا مختلف سامان اورنقدی دفاعی فنڈ میں جمع کروائی۔جنگ کے حالات و واقعات نہایت دلچسپی سے سُنتے اورسُنکر اسقدر بےخود ہوجاتے کہ مستی کا عالم طاری ہوجاتا۔ہمیشہ پاکستان کی فتح ونصرت اورکامیابی وکامرانی کیلئے دعائیں مانگتے اورتمام محاذوں کے واقعات بالعموم اورسیالکوٹ کے مجاہدین وشہداء کے واقعات بالخصوص دلچسپی سے سماعت فرماتے۔

راقم الحروف(محمد طاہرحسین غفرلہٗ)کوتادمِ تحریرصرف دواخباریں دستیاب ہوئی ہیں جن میں دفاعی فنڈ کے سلسلہ میں جناب کی سرگرمیوں کا پتہ چلتا ہے۔

Marfat.com

1۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، 19 اکتوبر 1965ء

''اوکاڑہ کے نواحی موضع فتح پور شریف کے دربارِ عالیہ کے سجادہ نشین حضرت سید غلام رسول شاہ نے اس سلسلہ میں مثالی کردار ادا کیا۔ آپ نے ریڈیو پر مجاہدین کی سرگرمیوں کا ذکر سننے کے فوراً بعد ان کے لیے چندہ کی مہم شروع کر دی تھی۔ 6 ستمبر کو جب آپ نے لاہور اور مغربی پاکستان کے بعض دوسرے علاقوں پر بھارتی حملہ اور جنگ سے بے گھر ہونے والے لوگوں کی خبریں سنیں تو آپ نے اپنے مریدوں اور ملنے والے احباب کو ہدایت کی کہ وہ دفاعی فنڈ کے لیے رقم اور بے گھر لوگوں کے لیے اسباب جمع کریں چنانچہ آپ نے ایک ماہ کے عرصہ میں دفاعی فنڈ میں ساڑھے ستائیس ہزار روپے نقد کے علاوہ بے گھر لوگوں کے لیے ساڑھے آٹھ سو من گندم، گیارہ من چاول، دو من کھانڈ، ڈیڑھ من تیل سرسوں، اڑھائی سو رضائیاں، اڑھائی سو دوہرے کھیس، چونسٹھ گدے، ایک سو ستاون سنگل کھیس، ساڑھے تین سو تکیے، سگریٹ کے پانچ سو پیکٹ، پونے چھ سو ٹکیاں صابن عمدہ اور بہت سے دوسری اشیاء خادم سید محمد کی معرفت ریڈ کراس میں جمع کرائیں۔ ان کے ہاں امدادی اشیاء جمع کرنے کا سلسلہ جاری ہے''۔

2۔ روزنامہ کوہستان لاہور، 29 نومبر 1965ء

''منٹگمری 28 نومبر کشمیری مہاجرین اور بھارتی حملے سے بے گھر ہونے والے افراد کے لیے عوام کی طرف سے عطیات اور ضروری سامان فراہم کرنے کا سلسلہ بڑے جوش و خروش سے جاری ہے۔ سید غلام رسول شاہ سجادہ نشین دربارِ عالیہ فتح پور شریف تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری نے حسبِ ذیل سامان ریڈ کراس سوسائٹی کو دیا ہے۔ شاہ صاحب نے اپنے مریدین اور طالبان کو خوشنودیِ حق سے تلقین کی ہے کہ وہ یتیم بچوں کی پرورش کا بھی اہتمام کریں اور انہیں تعلیم و تربیت سے بہرہ ور کر کے ملک کا مفید شہری بنائیں۔ سامان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔ یہ سامان آپ کے مریدین کے توسط سے جمع کرایا گیا ہے۔

مکمل بسترے 302، دُہراں 303، تکیے 303، گدے 64، پلنگ پوش 64،

Marfat.com

مزید پلنگ 25، مزید کھیس 37، مزید دریاں 8، مزید تکیے 30، برتن ہائے، پلیٹ 66، پیالے 49، چائے دانی 2، پرچ پیالی 6، گڈویاں 9، گلاس 156، چمچے کلاں 2، چمچے خورد 2، چھنے 68، تھالیاں 74، پرات 13، رکابی 83، کولی 3، پرون 3، تاش (ٹرے) 3، دیگچے جگ 12، ڈوئی 2، کروے 6، سرپوش 7، تمالوا خالی ڈبے 4، پارچات، کوٹ 4، واسکٹ 2، ڈوپٹے 7، ٹوپیاں 2، پتلون 1، قمیض 10، کندورے 8، پگڑیاں پاجامہ 1، شلوار 3، چادر 3، تولیے 3، کھدر دیسی 25 گز، کورالٹھا 1 تھان، 38 گز ملیشیا، 24 گز کپڑا قمیض، 8 گز کپڑا ریشمی شلوار، 4 گز برانڈی کوٹ، 1 گرم چادر، 1 گرم سویٹر، 2 ازار بند، 1 پراندہ، چاول ایک بوری دو من"۔

ایک مرتبہ دو تھانیدار اور پانچ، چھ سپاہی ملنے کیلئے آئے۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا تو فرمایا انہیں جا کر کہہ دو کہ میں نہیں مل سکتا۔ جب وہ چلے جائیں تو مجھے اطلاع دینا۔ جب وہ چلے گئے تو خدمتگاروں سے فرمایا کتاب "فیض سبحانی" میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اے لڑکے! تجھ پر آفتیں نازل ہوں تو انکے آگے تو ثابت قدم رہ"۔ فرمایا یہ وہی آفتیں ہیں جنکا غوثِ پاک رضی اللہ عنہ نے ذکر فرمایا ہے اور ثابت قدم رہنے سے مراد یہ ہے کہ ان سے بچ۔

کسی دُرویش نے عرض کیا حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "دو قدم چل واصل ہو جا" اسکا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا "دو قدم سے مراد دنیا اور آخرت ہیں یعنی دنیا و آخرت سے گزر، انکو چھوڑ اور انکے مالک سے واصل ہو جا"۔ اکثر فرماتے "جو چیز سائل کو دی جائے وہ خیرات ہے اور جو چیز بغیر طلب کے دی جائے اور دل سے چاہے وہ قربانی ہے اور اس کا مرتبہ زیادہ ہے"۔

وصال سے چند روز قبل فرمانے لگے" جب آیہ کریمہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (پ ۶، ع ۵) "آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے" نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بڑے غمناک رہنے لگے۔ آپ سمجھ گئے تھے کہ اب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس کچھ دنوں کے مہمان ہیں اور دن بدن بے

Marfat.com

قرار رہنے لگے۔بعض اصحاب کو بھی بتا دیا''۔ یہ کلام فرما کر حضور خوب مسکرائے جو عالمِ آخرت کی طرف روانگی کا ایک اشارہ تھا۔ چنانچہ ذاتِ پاک سے خلوتوں میں سرگوشیاں فرمانے والے، سرآپا دردوسوز، بابِ اقلیم فقر وعشق نے چند ہی دنوں بعد اَلْمَوْتُ بدایۃ الوِصَال کے مصداق 9 جولائی 1966ء بمطابق 19 ربیع الاوّل 1386ھ بروز ہفتہ، رات 11 بجے 79 برس کی عمر پا کر نہایتِ وصال فرما گئے۔ بقول عارفِ روم رحمۃ اللہ علیہ

صُورت از بے صُورتی آمد بُرون
باز شد اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

(صورت ایک بے صورت سے باہر آئی، پھر چلی گئی ''انا الیہ راجعون'' (تحقیق ہمیں اس خدا کی طرف لوٹنا ہے)

دوسرے روز کھوہ پاک شریف میں تدفین ہوئی۔ آپ کا روضہ مبارک چھوٹی اینٹ اور سنگِ مرمر کا ایک نادر الوجود مرقع ہے جسکی نظیر دور، دور تک نہیں ملتی۔ لوحِ مزار پر اس مصرع سے سنِ وصال برآمد ہوتا ہے

قبلہ مآب! بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

1966ء

Marfat.com

سوالنامہ

(حضور پیر سید غلام رسول شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل سوالات کی روشنی میں ایک کتاب تصنیف فرمائی۔ چونکہ یہ مسائل عام فہم نہیں تھے پھر خیال آیا بجائے ہدایت کے لوگ اپنی کم ظرفی کے پیشِ نظر اُلٹا گمراہ نہ ہو جائیں۔ لہٰذا اِس کتاب کو ضائع کر دیا۔ آپ کے خدمت گار سید محمد کے پاس یہ سوالات والا کاغذ محفوظ رہا اور اُن سے حضور کے نواسے اور خلیفۂ مجاز پیر سید محمد کوثر شاہ صاحب کو مِلا۔ انہوں نے 7 دسمبر 2011ء کو ایک ملاقات پر اسکی نقل راقم الحروف کو مرحمت فرمائی جسے بطور یادگار یہاں درج کیا جا رہا ہے)

سوال نمبر 1 : جناب محبوب پاک ''فیض سبحانی'' میں فرماتے ہیں ''اے لڑکے! دو قدم چل خُدا سے واصل ہو جائیگا'' وہ دو قدم کونسے دو قدم ہیں جو کہ دو قدم چلنے سے انسان اللہ تعالیٰ سے واصل ہو جاتا ہے؟ نَحْنُ اَقْرَبُ جو فرمان ہے کہ میں انسان کی شہ رگ سے بھی نزدیک تر ہوں تو دو قدم چل کر کہاں جانا ہے۔

نَحْنُ اَقْرَبُ کے معنی جو کہ متکلمین اولیاء اللہ نے اپنی کتب میں بیان کئے ہیں وہ یہ ہیں کہ اپنی ہی سمجھ سے انسان جدا ہے اور اپنی ہی سمجھ سے واصل ہے۔ خدا کا پانا تو اپنی سمجھ کے متعلق ہوا یہاں دو قدم کا کیا معنی اور دو قدم چل کر جانے کے متعلق جو آپ کا فرمان ہے وہ بھی عین قرآن ہے دو قدم بھی ضرور چلنے ہیں۔ اگر خدا کا پانا اپنی سمجھ کے متعلق ہی ہے تو سمجھ کے دو قدم کون سے ہیں۔ دو قدموں کی شرط تو لگ گئی۔ بغیر شرط کے مشروط حاصل نہیں ہوا کرتا۔

سوال نمبر 2 : اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیْرٌ۔ اللہ تعالیٰ کس طرح ہر شے پر قادر ہے؟

سوال نمبر 3 : وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔ ذاتِ حق کس طرح واحد ہے اور کس طرح لا شریک ہے؟

Marfat.com

سوال نمبر 4 : شریعت ۔طریقت ۔حقیقت۔معرفت ان چاروں منزلوں کو اولیاء متکلمین نے کئی کئی مثالوں سے بیان فرمایا لیکن نظروں میں تو مثال کی صورتیں جم جاتی ہیں۔مثالی صورتوں کے سوااور کوئی صورت نظر میں دکھائی نہیں دیتی ۔ان چار منزلوں کی حقیقت تقسیم کرو یعنی اِنکا ورود کیا ہے جب درویش ان چاروں منزلوں کو طے کرتا جائے تو اسے ہر منزل پر کیا حاصل ہوتا ہے۔

سوال نمبر 5 : کنت کنزاً مخفیاًاولیاءاللہ نے مخفی کے معنی عالمِ مثال سے کئے ہیں جیسا کہ بیج میں درخت مخفی ہوتا ہے۔یہ تو عالمِ مثال سے اِسکی مثال آ گئی۔عالمِ بے مثال سے۔ اس کی مثال کیا ہے یعنی عالمِ مثال کثافت ہے اور عالمِ بے مثال لطافت ہے۔لطافت سے لطافت کی مثال کیا ہے۔مثال حقیقت کا پردہ ہے کیونکہ مثال کثافت سے ہوا کرتی ہے۔حقیقت لطافت ہےاور مثال کثافت ہے۔کثافت لطافت کا پردہ ہوا کرتی ہے یعنی مثال کی صورتیں ہی نظر کے سامنے رہ جاتی ہیں جیسا کہ دودھ ودہی ومکھن اور خالص روغن۔یہ درویش کی چار منزلوں سے یعنی چار منزلوں کے ورود سے مثال ہے۔اس مثال سے کیا معلوم ہوسکتا ہے کہ مبتدی کو پہلی منزل میں دودھ کی طرح ہونا چاہیے پھر دوسری منزل میں دہی کی طرح بننا چاہیے پھر مکھن اور پھر خالص روغن کی طرح ہونا چاہیے۔مخفی کے معنی منزل کے ہیں۔ذات حق ظہور ہونے سے پیشتر کونسی منزل میں رہے جیسا کہ اولیاءاللہ نے نورِ احدیّت کی دو منزلیں بیان کی ہیں کہ نور احدیّت وحدت اور واحدیت ۔جس طرح نور احدیت کی دو منزلیں ہیں اسی طرح مخفی بھی نورِ احدیت کی ایک منزل ہے جس میں نورِ احدیت مخفی رہے وہ کونسی منزل ہے۔

سوال نمبر 6 : ذاتِ حق کے ننانوے(۹۹) نام ہیں جو کہ تین قسم کے ہیں جن کا ظہور دو جہان میں ہے یعنی دو جہان کا ظہور ان ننانوے(۹۹) ناموں سے ہے۔اسمائے الٰہیہ ذاتی، صفاتی اور اثباتی یہ بھی تو اسماء ہی ہیں۔ان کے پڑھنے سے مسمّہ کا کوئی علم نہیں ہوسکتا کہ ان اسمائے کا مسمّہ کون ہے۔ذاتی نام یہ ہیں اسم ذات یعنی اسمِ اعظم یعنی اللہ ،اللہ تعالیٰ ، ذاتِ حق ،حق

Marfat.com

سبحانہٗ، جل شانہٗ ۔ان اسما سے شانِ کبریائی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ ایک معظم شان ہے۔ صفاتی نام یہ ہیں یعنی پیدا کرنے والا ، مارنے والا ،جلانے والا ، پکڑنے والا ، بخشنے والا ، مالک دن قیامت کا۔ اثباتی نام یہ ہیں وحدہٗ لاشریک ، قادرِ مطلق ، رازقِ مطلق ، حافظِ مطلق ، ناصرِ مطلق ۔ یہ تو محض نام ہی نام ہیں ۔ان ناموں میں سے نام والا ثابت نہیں ہوتا کہ اِن ناموں والا کون ہے جو وحدہٗ لا شریک ہے۔ مطلق کے معنی بغیر سبب کے ہیں یعنی آسمان کو کھڑا کر دیا بغیر سبب کے یعنی قادر بغیر سبب کے ۔یعنی اسماء سے ثابت ہوا کہ سب کچھ امر کے تابع ہے ۔اسباب کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔امر آمر سے ہوا کرتا ہے ۔ان اسماء سے یہ معلوم نہ ہوا کہ امر دینے والا کون ہے ۔ان اسماء کے واقعات پیش آنے سے ذاتِ حق سے عقیدہ تو ہو چکا کہ وہ ایک قدرت ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ قدرت بمعنی طاقت...... طاقت امر کے تابع ہوا کرتی ہے۔امر آمر سے ہوا کرتا ہے۔ آمر کا تو کوئی پتہ ہی نہ چلا ۔امر دینے والے پر تو محض عقیدہ ہی عقیدہ ہوا کہ ایک امر دینے والا تو ضرور ہے لیکن نقطۂ نظر قادرِ مطلق پر ہرگز نہیں کہ وہ نقطۂ نظر کیا ہے۔

اسمِ ذات...... اسم بامسمیٰ کا نام ہے...... جس اسم پر سوال آجایا کرے وہ اسمِ ذات نہیں ہوا کرتا ۔اسمِ ذات وہ اسمِ ذات ہے کہ جس پر ہرگز سوال نہ ہو سکے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھ پر کوئی سوال کرنے والا نہیں یعنی وہ ایک اسم جو بامسمیٰ ہے جو بے سوال ہے یعنی حقیقی محرک ...... اولیائے کرام کی کتب میں ذات پاک کے محض ان چار ناموں کا ہی استعمال ہے یعنی ذاتِ حق ، حق تعالیٰ ، حق سبحانہٗ ، جل شانہٗ ، ذات کے معنی حقیقت کے ہیں۔ حقیقت بمعنی اصلیت یعنی مغز یا نچوڑ یا خلاصہ۔ حق کے معنی بے شک کے ہیں ۔تعالیٰ کے معنی بلند کے ہیں ۔سبحان بمعنی پاک بلند ہونا یا پاک ہونا ۔ یہ تو اس کی الوہیت کا ثبوت ہے ۔ اللہ پاک فرماتے ہیں یومنون بالغیب ان سب اسمائے الٰہیہ میں تو غیب ہی غیب ہے ۔کیا معلوم اس غیب میں حقیقی محرک کون ہے کہ جس کے ہاتھ میں تمام جہان کی چوٹیاں ہیں جیسا کہ پُتلیاں اپنے آخری محرک کو اپنی حرکات سے ثابت کر رہی ہیں کہ ایک محرک برحق ہے جیسا کہ جابجا حق یا حق تعالیٰ کا لفظ استعمال ہوتا چلا جا رہا ہے

Marfat.com

۔ان ناموں پر ہی عقیدہ ٹھہر چکا ہے اور آج تک کسی جگہ حقیقتِ ذات پر سوال پیدا نہیں ہوا کہ وہ حقیقتِ باری تعالیٰ کیا ہے۔اولیاء اللہ نے روح اور دل کے متعلق جو لکھا ہے کہ روح اور دل ہی ذات ہے دل کہہ لو یا روح کہہ لو۔روح کے حقیقی معنی اصلیت کے ہیں یعنی مغز یا نچوڑ یا خلاصہ کے ہیں۔قلب کے معنی پھرنے کے ہیں جو کہ ایک سیکنڈ میں کئی دفعہ بدل جاتا ہے جیسا کہ محبوب پاک ''فیض سبحانی'' میں فرماتے ہیں کہ مومن کا دل گھڑی بھر میں ستر (۷۰) دفعہ بدلتا ہے۔ ہر اولیاء اللہ نے اپنی تحقیق کے مطابق یہی لکھا ہے کہ روح ہی ذات ہے اور دل ہی ذات ہے۔حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گروہِ انبیاء و اولیاء نے حقیقتِ باری تعالیٰ میں کچھ نہیں فرمایا ہے۔اِس سے تو انبیائے عظام اور اولیائے کرام کا حقیقتِ باری تعالیٰ میں جو تحقق تھا وہ مشکوک ہو گیا۔مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا انبیا و اولیا کی کتب میں روح اور دل کے لفظ نہ پڑھے ہونگے جو کہ مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انبیا و اولیا کے تحقق کی نفی کر دی۔

سوال نمبر 7 : اللہ پاک فرماتے ہیں کہ آج مجھ کو دل کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کل کو سر کی آنکھوں سے دیکھیں گے۔کفار اور منافقین کی تو بصارت ہی نہیں۔یہاں کیا دیکھتے ہیں یا یہاں کیا دیکھیں گے اور وہاں کیا دیکھیں گے۔جبکہ کفار اور منافقین کا اُلوہیت پر یقین ہی نہیں تو انہوں نے کل یعنی قیامت کو ذات باری تعالیٰ کو کس طرح دیکھنا ہے۔ذاتِ حق کا فرمان بھی صحیح ہوگا اور ضرور اللہ تعالیٰ کو ہر ایک شخص سَر کی آنکھوں سے دیکھے گا جیسا کہ مذہب دہریہ کے نزدیک پیدا کرنے والا کوئی نہیں۔

سوال نمبر 8 : کامل کون ہے اور اکمل کون ہے یعنی کمالیت کیا ہے اور اکملیت کیا ہے؟

سوال نمبر 9 : اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔یہ ظاہری صورت تو ہے نہیں۔وہ کونسی صورت ہے جو اللہ تعالیٰ کی صورت ہے؟

Marfat.com

سوال نمبر 10: مومن شیطان پر اعوذ باللہ پڑھتا ہے عارف اللہ کے غیر پر۔ عارف کے نزدیک غیر اللہ کیا شے ہے؟

سوال نمبر 11 : جو کچھ قرآن میں مفصل ہے وہ سورۂ فاتحہ میں مجمل ہے۔ جو کچھ صورت فاتحہ میں مفصل ہے وہ بسم اللہ شریف میں مجمل ہے جو کہ بسم اللہ شریف میں مفصل ہے وہ ''ب'' میں مجمل ہے۔ جو کچھ ''ب'' میں مفصل ہے وہ نقطہ ''ب'' میں مجمل ہے۔ اِس کا ظاہری لفظوں میں تو نقطہ ''ب'' تک بیان ہو چکا۔ نقطہ باطن کیا نقطہ ہے؟

سوال نمبر 12 : پیر کامل کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہی ظاہری جسمانی دوسری صورت باطنی جو پیر اور مرید کی ایک صورت ہو جاتی ہے۔ وہ کونسی صورت ہے؟

سوال نمبر 13 : كُنْتُ كَنْزاً مَخْفِياً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے پہچان کرانے کی محبت ہوگئی کہ میں پہچانا جاؤں۔ کفار اور منافقین نے تو ذاتِ حق کو نہ پہچانا۔ اس سے تو ذاتِ حق کا منشا پورا نہ ہوا۔ اللہ اللہ اللہ

Marfat.com

اپنے والد ماجد حضرت شیر یزدانیؒ کی معیت میں

Marfat.com

گود میں آپ کے فرزند پیر محمد عارفؒ ہیں

Marfat.com
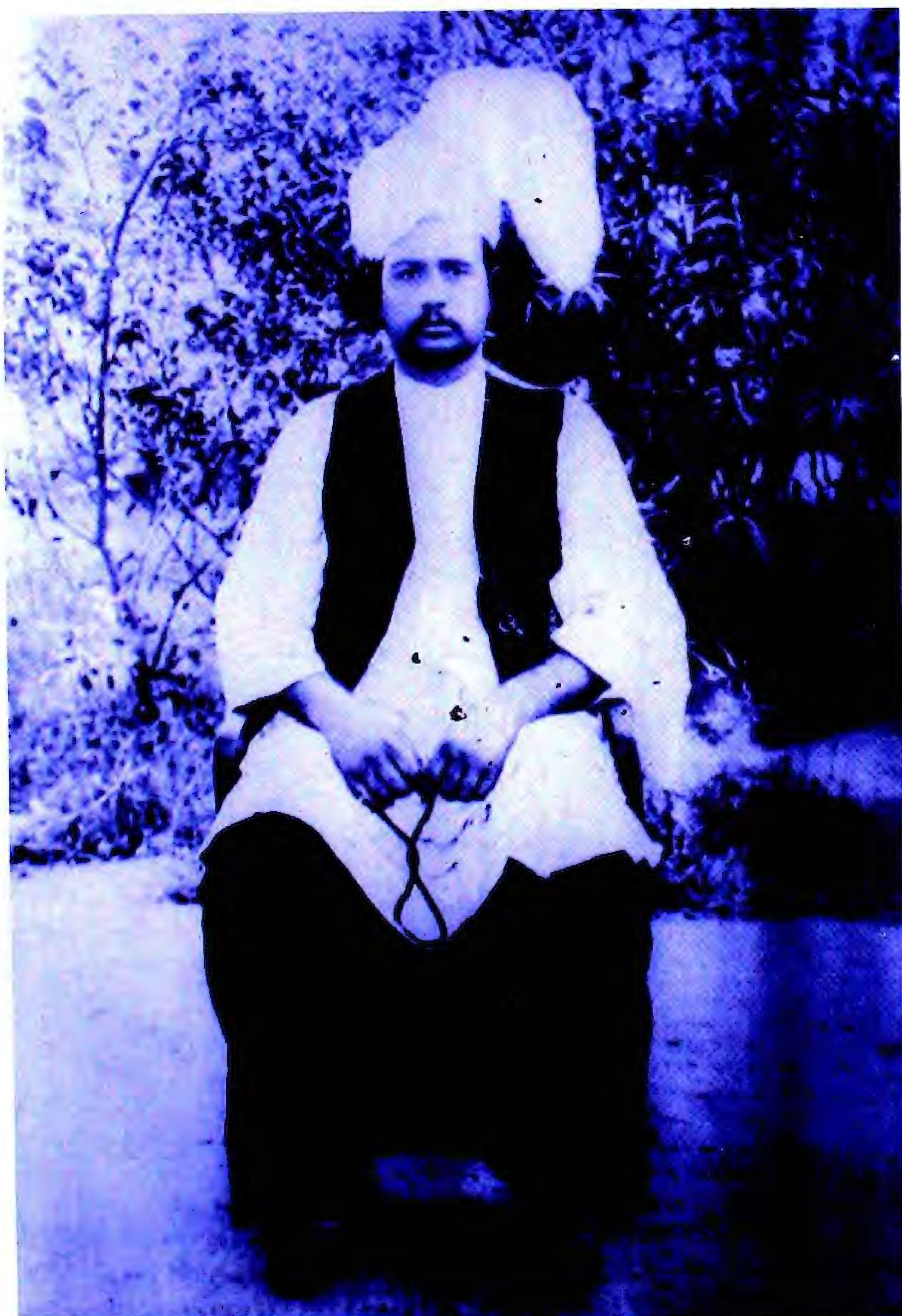
ملفوظ نمبر 1

مورخہ ۴ بھادوں ۲۰۱۳ بکرمی/۲۳ محرم ۱۳۷۷ ہجری/ ۲۰ اگست ۱۹۵۷ء بروز منگل بوقت صبح کو یہ بندہ حضور پُر نور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حسبِ فرمائش مندرجہ ذیل اشعار خوش خط لکھ کر سید محمد خادمِ حضور پاک نے خدمت شریف میں پیش کیے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

یعنی (اللہ کی رضا کی خاطر) خاک وخون میں لت پت ہونے کی بہت ہی اچھی رسم کی بنیاد ڈالی ہے۔ اللہ پاک اِن نیک خصلت عاشقوں پر رحمت کرے۔

جس کو دیکھتے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ سید محمد نے عرض کی کہ جناب میں دو شعر لکھ کر لایا ہوں۔ بس اتنا کہنا ہی تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ کو از حد درد ہو گیا۔ فرمایا انہیں پرے رکھ۔ میں ان شعروں کو دیکھ سُن کر زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ ہی مجھ سے یہ برداشت ہو سکے گا۔ یعنی اس کلام کو دیکھ سُن کر زندہ رہنا مناسب نہیں۔ بعد درد آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے اس چیز پر تو اللہ تعالیٰ مجھے ختم کر دے تو بہتر ہے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بے حد درد ہو گیا۔ فرمایا کہ شیعہ کس طرح حضرت حسین علیہ السلام کے پیرو، شیدا کہلاتے ہیں کہ ان کی شہادت کا واقعہ دُہراتے اور ثابت رہتے ہیں۔ ظاہر ہوا کہ یہ لوگ محض پتھر دل ہیں کہ اُن کے وقتِ شہادت کو دُہرانا اور ثابت رہنا بے شک ثابت نہیں رہا جاتا اگر محبت ہے۔

صدیقِ خلیل علیہ السلام بھی ہے عشق صبرِ حسین علیہ السلام بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق
بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

Marfat.com

ملفوظ نمبر 2

۴ بھادوں ۲۰۱۳ بکرمی/۲۳ محرم ۱۳۷۷ ہجری/۲۰ اگست 1957 بروز منگل سورج غروب ہونے کے بعد حضور پُر نور کی خدمتِ اقدس میں سید اقبال حسین شاہ صاحب نے صاحبزادہ سید غلام دستگیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پڑھائی سے عدم توجہ کا اظہار کیا اور عرض کی ۔ کہ حضور دعا فرماویں کہ صاحبزادہ صاحب پڑھائی میں دل لگا کر کام کریں ۔تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ یہ تو بچے کی قابلیت پر منحصر ہے ۔اگر استاد کے پڑھانے پر بچہ پڑھ جائے تو کوئی ان پڑھ نہ رہے ۔ چونکہ استاد مارتا ہے ،سرکھپاتا ہے لیکن بچے نہیں پڑھتے ۔ پھر فرمایا اسی طرح پیرِ کامل بھی اپنے مریدوں کیلئے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتا کہ یہ میرے مرید بھی اللہ سے واقف ہو جائیں تا کہ یہ دُنیا میں مارے مارے نہ پھریں ۔لیکن مریدوں میں کوئی ایک آدھ قابل ہونکھرتا (نمایاں ہوتا) ہے ۔ جیسا کہ سائیں رحمۃ اللہ علیہ فتح پور شریف والے ،سائیں قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ایک نکھرے ۔ باقی سب ایسے ہی رہے ۔ حضرت سید چراغ پاک رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں ایک حضرت سید قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ نکھرے ۔حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ایک حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ایک بابا فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ نکھرے ۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ بابا فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد صاحب نے مریدوں کا امتحان لیا ۔ آپ کے پاس کافی مرید بیٹھے تھے ۔آپ اُٹھ کر اندر چلے گئے ۔ایک مکان کے اندر ایک بکرا باندھ کر آگئے ۔اور کہنے لگے آج ایک آدمی کے سر کی ضرورت ہے ۔تو سب خاموش رہے ۔ بابا فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ جھٹ بول اُٹھے اور کھڑے ہو کر کہنے لگے بندہ حاضر ہے ۔آپ ان کو ساتھ لیکر اندر چلے گئے اور وہاں جا کر مکان میں جو بکرا باندھا ہوا تھا اس کو ذبح کر دیا اور اسی طرح چُھری خون آلودہ باہر لے آئے اور پھر کہنے لگے کوئی ہے اور بھی سر دینے والا ۔ سب مریدین دیکھ کر بھاگ گئے اور کہنے لگے پیر تو بندے کھانے لگ گیا ہے ۔ صرف ایک بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ رہ گئے تو

Marfat.com

آپ نے جونعمت تھی وہ اُنہی کو دے دی۔

پھر فرمایا جب سائیں رحمۃ اللہ علیہ فتح پور شریف والے، حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ سے دستِ بیعت کر کے گھر واپس تشریف لائے تو اُن کے ہمراہ وہاں سے ایک سید صاحب جو حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفوں سے تھا آیا اور کہنے لگا (شیطان بن کر گمراہ کرنے لگا) آپ کسی کامل پیر سے بیعت کرتے۔ پیر سید قطب علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ میں یہ، یہ خامیاں ہیں اور بھی اسی طرح حالات سُنائے تو اس کے جواب میں سائیں شیرن پاک رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے۔ تُو تو یہ کہتا ہے اور میرا ایمان ہے کہ میرا پیر میرے سامنے بھی ایسے افعال انجام دے تو میں کہوں گا، یہ میری آنکھوں کا قصور ہے، میرے پیر میں کوئی عیب نہیں ہے۔ اتنا کہنا تھا کہ مخالف لاجواب ہو کر چلا گیا

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیدُ یعنی تمام افعال میرے ارادہ سے ہوتے ہیں تو اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ سے جُدا نہیں۔ پس اولیاء اللہ کا ہر فعل اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ جب دُرویش کا یہ ایمان ہو تو پھر کمی ہی کیوں رہے۔ فرمایا مرید کو اللہ تعالیٰ کا پانا تو کُجا اللہ پر بھروسہ ہی نہیں اور مرید پیر کے خیال مبارک کو سمجھے۔ جناب نے فرمایا کہ انسان کو اللہ کا پانا ضروری ہے۔ کیونکہ اس نے اقرار کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو دِل سے پایا جاتا ہے نہ کہ اعضاء سے۔ نہ نماز، روزہ، زکوٰۃ دے کر اللہ کو پا سکے۔ ہزار ہا سال بھی بندگی کرتا رہے اور قرآن پاک پڑھتا رہے تو اللہ کو نہ پا سکے گا جب تک پیر کامل نہ ملے۔ پھر فرمایا ایمان کے تین درجے ہیں۔ پہلا درجہ تمام مخلوق کا ایمان ہے اور یہ اِسی طرح ہے جیسے گلیوں کے خس و خاشاک ہوتے ہیں کہ تھوڑی سی ہوا سے اُڑتے پھرتے ہیں۔ دوسرا درجہ مومن کا ایمان ہے وہ اس طرح جیسے درخت ہوتے ہیں تھوڑی بہت اندھیری سے نہیں گرتے اور اگر بہت زبردست اندھیری آجائے تو وہ بھی سمیت جڑوں کے اُکھڑ جاتے ہیں۔ اور تیسرا درجہ ایمان عارف اولیاء اللہ کا ہے اور وہ اِس طرح جیسے پہاڑ ہیں کہ کتنی ہی بارش یا اندھیری آجائے وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ عارف کا ایمان لازوال ہے۔ دوسرے ایمان دو درجہ والے زوال میں ہیں۔ فرمایا ایمان کیا ہے اللہ سے ڈرنا اور اس کے سوا کسی

Marfat.com

سے نہ ڈرنا۔ نہ کسی پر بھروسہ رکھنا، نہ اُمید اور نہ اُس کے سوا کسی سے محبت رکھنا اور اُس کی رضا پر راضی رہنا، تقدیر کے ساتھ موافقت کرنا، اللہ تعالیٰ کے ہر فعل پر صبر کرنا اِسی کا نام ایمان ہے۔ اگر یہ خصائل تیرے پاس ہیں تو تُو اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ کر ورنہ تُو جھوٹا ہے۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 3

۶ بھادوں ۲۰۱۳ بکرمی بمطابق ۲۵ محرم ۱۳۷۷ ہجری / ۲۲ اگست ۱۹۵۷ء بروز جمعرات بوقت عشاء کو گنہ کے بارے میں فرمایا کہ بندہ کے معنی عاجز کے ہیں۔ پھر فرمایا ایمان کے تین درجے ہیں۔ اوّل ایمان علم الیقین ہے، دوم عین الیقین، سوم حق الیقین۔ اوّل ایمان علم الیقین کہ اللہ پر اور اُس کے رسولوں پر اور اُس کی کتب پر ایمان لانا۔ دوسرا عین الیقین کہ اُس کی نشانیوں پر ایمان قائم کرنا جیسا کہ آسمان بغیر کسی ستون کے کھڑا کیا ہے اور بارش برساتا ہے، کھیتی اُگاتا ہے، ہوا چلاتا ہے، سورج و چاند وستارے اپنے وقت پر آتے جاتے ہیں۔ تیسرا درجہ ایمان حق الیقین حقیقت کو پانا ہے۔ اِس کے سوا دوسرے درجوں کو زوال ہے۔ حق الیقین بے زوال ہے۔ یعنی اسی یقین کو پھل لگتا ہے باقی ایمان کے درجے بے ثمر ہیں۔ تقلید کو زوال ہے اور تحقیق بے زوال ہے۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 4

14 بھادوں ۲۰۱۳ بکرمی/ ۳ صفر ۱۳۷۷ ہجری/ ۳۰ اگست ۱۹۵۷ء بروز جمعۃ المبارک حضور پُر نور نے محمد شریف دُرویش کو ''فیضِ سبحانی'' کتاب لانے کو فرمایا ہوا تھا۔ اُس کے آنے پر کتاب جس پر چند اشعار لکھے ہوئے تھے، پڑھ کر سُنائے اور ترجمہ فرماتے ہوئے ارشاد ہوا کہ ذاتِ پاک اپنی کنہ سے عاجز ہیں یعنی اپنی شانوں سے بے خبر ہیں۔ چونکہ ہر گھڑی نئی شان [1] ہے اور انتہا نہیں ۔ پھر فرمایا کہ جناب غوثِ پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس کسوٹیاں ہیں ۔ایک قرآن مجید ،دوسری حدیث شریف اور تیسرا میرا دِل جو قرآن وحدیث شریف پر حاوی ہے کیونکہ دِل ہر گھڑی نئی شان میں ہے۔ پھر فرمایا کہ بندے کی چار خصلتیں ہیں، پہلی کتے کی ، دوسری خنزیر کی، تیسری فرشتے کی اور چوتھی انسان کی ۔ جب بندہ غصہ میں ہوتا ہے تو اس کی باطنی شکل وصورت کتے کی ہے، اور جب دُنیا کی حرص وخواہشِ نفسانی میں مبتلا ہے اُس وقت اُسکی حقیقتاً صورت خنزیر کی ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کھڑا ہے تو اُس وقت یہ فرشتہ ہے اور جب کسی پر رحم کی نظر سے دیکھتا یا رحم کرتا ہے تو اُس وقت اُس کی باطنی صورت بھی انسان کی ہوتی ہے جو کہ خود باری تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔

---

(۱)۔ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَانٍ (پ ۲۷: ع ۱۲) ہر روز وہ ایک نئی شان سے تجلی فرماتا ہے''۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 5

۱۶ بھادوں ۲۰۱۳ بکرمی/ ۵ صفر ۱۳۷۷ ہجری/ یکم ستمبر ۱۹۵۷ء بروز اتوار بعد نماز مغرب حضور پُر نور نے فرمایا ایک دن سرکارِ دو عالم تاجدارِ مدینہ جناب رسول اللہ ﷺ جنگل میں گئے اور ایک جگہ سو گئے۔ آپ کا ایک دُشمن کافر جو روز تاک میں رہتا تھا کہ کہیں موقع ملے تو جناب کو شہید کروں۔ وہ بھی پیچھے آ گیا۔ جب حضور ﷺ سو گئے تو تلوار لے کر سر پر آ پہنچا اور ارادہ کیا کہ شہید کر دوں۔ پھر اُسی وقت ارادہ بدل دیا کہ دُشمن کو جگا کر یا بُلا کر مارنا چاہیے۔ اُس نے حضور ﷺ کو جگا دیا اور تلوار ننگی کیے ہوئے سر پر کھڑا ہو کر کہنے لگا۔

گفت مخالف کہ رفیقت کدام
گفت کہ اللہ نگہ دارِ من
حافظِ من ناصرِ من یارِ من

ترجمہ: کافر کہنے لگا آپ ﷺ کا حامی اور مددگار کہاں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ میرا محافظ و ناصر ہے۔ میرا حافظ، مالک، حفاظت کرنے والا اور فتح دینے والا اور دوست ہے میرا۔

اُس وقت کافر کا ہاتھ اُوپر ہی خشک ہو گیا اور کہنے لگا

گفت ترا حالِ رہا بندہ چیست
منزلِ مقصود رہا بندہ چیست
حلمِ تُرا پیش تو کردن شفیع

یعنی یہ کہنے لگا یا رسول خدا ﷺ تیرا رب بے شک حاضر و ناظر حفاظت کرنے والا، دیکھنے سُننے والا اور قادر ہے۔ اب میں آپ ﷺ کے حضور میں آپ کا حِلم اپنے لیے شفیع پیش کرتا ہوں کہ مجھے میرا قصور معاف فرما دیں اور میں آپ پر ایمان لاتا ہوں۔ آپ نے اُسے معاف فرمایا اور وہ مسلمان ہو گیا۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 6

۲۰ بھادوں ۲۰۱۳ بکرمی/ ۹ ماہِ صفر ۱۳۷۷ ہجری/ ۵ ستمبر ۱۹۵۷ء بروز جمعرات آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جناب رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِسْتَفْتَاءَ قَلْبَکَ وَلَوْ الْمُفْتِیُوْن... (الخ) یعنی جو تجھے اپنا دِل فتویٰ دے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگرچہ تجھے سارے جہان کے مفتی اس کے خلاف فتویٰ دیں۔ پھر جناب نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ دِل ہر گھڑی نئی شان میں ہے کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَانٍ آیاتِ قرآن مجید واحادیث شریف کی شان نئی ہوتی ہے۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 7

۲۰ بھادوں ۲۰۱۴ بکرمی / ۹ ماہِ صفر ۱۳۷۷ ہجری / ۵ ستمبر ۱۹۵۷ء بروز جمعرات نمازِ عشاء کے بعد جناب نے فرمایا نبی علیہ السلام اللہ کے فرزند ہیں [۱]۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے وہ سب کچھ نبی علیہ السلام کا ہے۔ باقی رہے اولیاء تو انکے بارے حدیث شریف میں ہے اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاء یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

فرمایا عالم کے معنی ہیں جاننے والا وہ اولیاء اللہ ہیں۔ اولیاء اللہ نبیوں علیہم السلام کے بیٹے ہیں۔ جو کچھ باپ کے پاس ہو وہ بیٹے کا حق ہے لیکن جو بیٹا لائق ہو اور وفادار ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ) یعنی اے نبی میں تجھ کو پیدا نہ کرتا تو کچھ بھی پیدا نہ کرتا۔ جب اللہ پاک نے سب کچھ اپنے دوست کی خاطر پیدا کیا ہے تو کیا پھر کوئی دوست اپنے دوست سے کوئی تحفہ چھپا رکھے اور خوش رہے، ہرگز نہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اذن فرمایا جو چاہو کھاؤ، پیو اور کرو [۲] پس اولیاء اللہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی خدا کی نعمتوں سے ہمکنار رہتے ہیں، دنیاوی آسائش و آرام کے باوجود بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوتے ہیں۔ خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے بڑے کامل بزرگ تھے۔ ان کے پاس اتنی دولت تھی کہ پانچ صد روپے فی گز کے حساب کپڑا پہنا کرتے۔ یعنی انسان خُدا کی خاطر سب کچھ چھوڑ تا یعنی دنیا کو طلاق دے دیتا ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ اُس کا اُسی دُنیا سے نکاح کر دیتا ہے۔ اس لیے اولیاء اللہ کے در پر دُنیا مارے مارے پھرتی ہے۔ یہاں تک کہ اولیاء اللہ کے مزاروں پر بھی اِس کا بہت بُرا حال رہتا ہے۔ کیونکہ اِس کا نکاح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کے ساتھ کر دیا۔

---

(۱)۔ عارفِ روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَولیاء اطفالِ حق اند اے پسر — اَلحذر کُن ، اَلحذر کُن ، اَلحذر

یعنی اولیاء حق کے بچے ہیں اے میرے بیٹے۔ لہٰذا احتیاط کر، احتیاط کر، احتیاط (کہ ان کے بارے میں کوئی نازیبا کلمات کہہ دے)

(۲)۔ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓئًا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پ۲۹: ع۲۲)۔ "خوب مزے سے کھاؤ اور پیو ان اعمال کے صلہ میں جو تم کیا کرتے تھے۔"

Marfat.com

فرمایا اللہ تعالیٰ نے بہشت دو پیدا کیے۔ایک مرنے کے بعد اور ایک یہاں دُنیا میں۔جو بہشت مرنے کے بعد میسر آئے گا۔اُس کا نام موعودہ ہے اور جو دُنیا میں اِس کا نام منقودہ ہے یعنی نقدی ہے۔ پھر فرمایا عقل تین قسم کے ہیں۔پہلا عقل معاش، دوسرا عقل معاد اور تیسرا عقلِ کل۔پہلا عقل معاش تو محض کھانے پینے، سونے اور روزی کمانے، دولت جمع کرنے، کاروبارِ دنیا میں مشغول ہے۔دوسرا عقل معاد روزی حلال کماتا ہے اور خدا سے ڈرتا ہے اور نماز روزہ کرتا ہے۔اُس نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا، پھر مارے گا اور حساب و کتاب لے گا۔اس لیے وہ نیک کام کرتا اور بُرے سے بچتا ہے، دوزخ سے پناہ مانگتا ہے اور بہشت کا طالب ہے۔تیسرا عقلِ کُل ہے یہ دُنیا سے فارغ اور آخرت سے لاپرواہ ماسوا اللہ ہر اِک چیز سے فارغ ہے۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 8

۲۷ بھادوں ۲۰۱۴ بکرمی/۱۶ صفر ۱۳۷۷ ہجری/۱۲ ستمبر ۱۹۵۷ء بروز جمعرات بوقتِ شام

ارشاد فرمایا کہ ذاتِ حق کیا ہے؟ پھر فرمایا ذاتِ پاک کو عارف جانتے ہیں۔ اور اب جو وہ مولوی صاحبان قرآن پاک پڑھ کر اور اُس کے لفظی معنے یاد کر کے دِل میں گمان کر لیا کہ ہم فاضل عالم ہو گئے اور پھر تقریر کرنی شروع کر دی بغیر عمل کے۔ عالم کے معنی جاننے والا ہے بغیر عمل کے باطن کور ہے۔ انہوں نے غیر ملک کی بولی یاد کی اور بزعم خویش عالم بن گئے۔ جناب غوثِ پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہی علم، نماز، روزے، حج اور کلمہ شریف تمہیں دوزخ میں لے جائے گا۔ جبکہ ایک طوطے کو کسی نے پڑھا دیا کہ میاں مٹھو چُوری کھاتے ہو تو وہ اپنے آپ کو کہتا رہتا ہے کہ میاں مٹھو چُوری کھاتا ہے اور اِس کو پتہ نہیں کہ چُوری کس کی بنتی ہے۔ کیا تم نے بھی اسی طرح کلمہ شریف یاد کر کے پڑھ تو لیا لیکن اُس کے معنی کا کچھ پتہ نہیں۔ جیسا کہ ایک شخص کئی دِن کا بھوکا ہے اور اس کی بغل میں ڈبہ ہے اور اُس میں بہت عالیشان لذیذ خوشبودار کھانا ہے اور اُس کو کوئی خبر نہیں کہ اس میں کیا ہے اور اُس کے اُٹھانے کی مشقت کرتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ تین چیزیں جو سِرّی نور کو ضائع کر رہی ہیں بولنا، سُننا اور دیکھنا۔ بس اگر انسان چُپ والا مزا چکھے تو کبھی بولنے کا نام تک نہ لے۔ فرمایا دِل ہی عرشِ معلٰی ہے۔ جس دِل وِچ یار دا ڈیرہ ہے۔ پھر فرمایا دُرویش کیلئے ایک ایسا مکان ہو جس میں نہ کوئی نقش ہو، نہ کلی بلکہ لکیر تک نہ ہو۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 9

یکم اسوج ۲۰۱۴ بکرمی/ ۲۱ صفر ۱۳۷۷ ہجری/ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۷ء بروز منگل بوقتِ عصر حضور پُر نور نے فرمایا کہ افسوس انسان اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہ تم میری طرف لوٹنے والے ہو اور میری طرف سے آئے ہو۔ انسان اللہ تعالیٰ کا خوف وفکر رکھ لے کہ میں خوف وفکر کو کسی شکل میں بھی نہ چھوڑوں گا۔ اور قدم نہ ہٹاؤں گا۔ جیسا کہ فرہاد نے جب شیریں کے عشق میں قدم رکھا تو امتحان لینے کے طور پر شیریں کے باپ نے فرہاد پر ایک سخت مہم ڈالی کہ اگر تُو رات ہی رات میں پہاڑ سے نہر نکال کر شیریں کے محل کے نزدیک سے گزارے تو تُجھے شیریں دے دوں گا۔ فرہاد نے ایسا ہی کیا تیشہ لے کر پہاڑ کو کاٹنے لگا ۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کا مصمم ارادہ دیکھا تو فرشتوں کو حکم دیا کہ جاؤ اور رات ہی رات میں نہر نکال کر شیریں کے محل کے نیچے سے گزار آؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر فرمایا۔ اولیاء اللہ کے ارادے کی پختگی کے متعلق مثال دیتے ہیں کہ دریا کے کنارے ایک چھوٹا سا پرندہ جس کو پنجابی میں گیرڑا بولتے ہیں بمعہ اپنی مادہ کے رہتا تھا۔ اور اس کی مادہ نے انڈے دے رکھے تھے۔ دریا طغیانی کے موسم میں اپنے جوش وخروش سے ان انڈوں والی زمین کو بھی اپنی زد میں لانے لگا۔ تو ان چھوٹے چھوٹے پرندوں نے بہت پریشانی کے بعد اپنی انڈوں والی زمین سے سارا پانی نکالنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ اور پانی نکالنا شروع کردیا۔ چھوٹے چھوٹے پرندے تھے۔ ان کے پاس کوئی برتن وغیرہ تو تھا نہیں اور نہ ہی وہ کسی چھوٹے سے چھوٹے برتن کو اُٹھا سکتے تھے۔ اپنی چھوٹی چھوٹی چونچوں سے پانی کو باہر نکالنے لگ گئے مگر ارادہ مصمم تھا۔ اس پختہ ارادے کو جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا تو دریا کو حکم دیا کہ ان جانوروں کے انڈے باہر پھینک دے۔ اور پھینک بھی اس طرح کہ ٹوٹنے نہ پائیں کیونکہ جب تک ان کے انڈے پانی سے نہ نکلے یہ اپنی زندگی اپنے اس مصمم ارادے پر ختم کردیں گے۔ چنانچہ انڈے ایک بڑی لہر کے ذریعے دریا نے باہر خشکی پر پھینک دیے۔ اور پرندے اپنے اس مصمم ارادے کا پھل دیکھ کر خوش ہوئے۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 10

یکم اسوج ۲۰۱۳ بکرمی/ ۲۱ صفر ۱۳۷۷ ہجری/ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۷ء بروز منگل بوقتِ شام جناب نے فرمایا کہ حضور پُر نور ﷺ کا فرمان ہے کہ وہ وقت آئے گا کہ اذانیں، قرأت بہت بلند آواز اور لمبی لمبی ہوں گی اور عموماً وقت سے پہلے نماز ادا کریں گے۔ اب وہ زمانہ آ گیا ہے کہ لمبی ریشیں اور اللہ تعالیٰ سے بالکل ناواقف اور اللہ تعالیٰ کے علم سے صاف کورے اور جاہل ہیں۔

مزید فرمایا کہ یہ مذہب نجدی و اہلحدیث دونوں خدا سے جاہل اور منکر ہیں۔ نجدی ایک ایسا مذہب ہے جو آجکل عرب کے بادشاہ نے بھی اختیار کرلیا ہے۔ اُس نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ پاک اور بزرگانِ دین کی مزارات رگرا دیں ہیں کہ لوگ انکی تعظیم کرتے ہیں۔ اِس لیے اُس نے درباروں پر سپاہیوں کا پہرہ لگا دیا جو مزارات چومنے سے سخت منع کرتے ہیں۔ پھر جناب نے فرمایا مزار بوسی جائز ہے[1]۔

حضورِ پُر نور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا پانا بہت ضروری ہے۔ اور فرمایا ''صفا کر دِل کے شیشے کو یہ بے زنگار کافی ہے'' وہ زنگار کیا ہے۔ غیر نقش یعنی غیر خیال جب دِل سے بالکل پاک و صاف ہو جاویں تو ذات کا تجلّیٰ خود بخود دِل پر ہو جاتا ہے جس طرح ایک شیشہ صاف ہو تو اُس کے سامنے کی سب چیزیں اُس میں نظر آ جاتی ہیں اس طرح جب دِل غیر سے پاک ہو جائے تو ہر جگہ فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ چمکنے لگتا ہے۔ پھر فرمایا

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

---

(۱)۔ عن داؤد بن صالح قال اقبل مروان یوماً فوجَدَ رجلاً واضعاً وجهه علی القبر فَاَخَذَ رقبته وقالَ اتدری ماتصنع قال نعم فاقبل علیه فاذا هوا ابو ایوب الانصاری رضی الله عنه جِئتُ رسول الله ﷺ یقولُ لا تبکو علی الدِّین اِذَا ولیهٔ اهله ولکن ابکو علیه اذا ولیهٔ غیر اهلهٖ (مستدرک حاکم، ج ۴، ص ۵۱۵، مسند امام احمد، ج ۵، ص ۴۲۲)۔
حضرت داؤد بن صالح سے روایت ہے کہ ایک دن مروان متوجہ ہوا تو ایک آدمی کو اس طرح پایا کہ وہ اپنا چہرہ مزار اقدس پر رکھے ہوئے تھا تو مروان نے اسے گردن سے پکڑا اور کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ کیا کر رہا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا ہاں (مجھے معلوم ہے) جب وہ شخص مروان کی طرف متوجہ ہوا تو وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں نہ کہ کسی پتھر کے پاس۔ پھر فرمایا:

Marfat.com

چام چٹھ وانگوں اندھا آپ ہویوں آفتاب دا کجھ قصور ناہیں

فرمایا کہ دِل اندھے ہو گئے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچان سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری طرف دوڑو (فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ) الآیہ۔ جناب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بے مثل ہوں۔ میری کوئی طرف نہیں۔ پھر دوڑیں تو کس طرف دوڑیں۔ یہ ایک بُجھارت (پہیلی) ہے۔ اور اس کو عقلمند، دانا سمجھدار ہی تو جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ کہ میں تیری شہ رگ سے بھی نزدیک ہوں۔ فرمایا وہ عقلمند کون ہے؟ عارف اولیاء اللہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو پائے اور جانے بغیر آرام نہ پایا اور جب پالیا تو تنہائی اختیار کر لی کہ تنہائی

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سُنا تھا کہ تم دین پر ایسے وقت نہ رونا جبکہ اس کا اہل اور لائق آدمی حاکم ہو البتہ اسوقت دین پر رونا جس وقت نالائق اور نااہل آدمی حاکم ہو۔

اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محبت سے مزار بوسی کرتے تھے۔ اس سے روکنے والے کو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے نااہل کا خطاب ملا۔ اور محبوب کبریا ﷺ کا ارشاد اطہر بھی مروان کو سُنا کر اسے نااہل دین سے بے بہرہ اور ناواقف فرمایا بلکہ مزار بوسی سے رونے کی وجہ سے دین پر رونا اور افسوس کرنا فرمایا تو مزار بوسی سے روکنے والے نالائق اور دین سے بے بہرہ ثابت ہوئے۔

لا تبکو علی الدین اذا ولیہٗ اھلہ ولکن ابکو علیہ اذا ولیہ غیر اھلہ یعنی نااہل کے حاکم بننے سے دین اسلام پر رونے کا مطلب یہی ہے کہ نااہل حاکم اپنی رعیت کو دین پر عمل کرنے سے روکے گا جیسا کہ مروان نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو روکا۔

سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا مزارِ اطہر سے چہرہ ملنا:

ابن عساکر نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: لما دَخل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عن فتح البیت المقدس فصار الی جابیۃ سَاَلَہٗ بلال ان یقرہٗ بالشام فَفَعَلَ فذکر قصۃ نزولہ بلاریا قال ثم ان بلالاً رأی النبی ﷺ وَھُوَ یقول ما ھٰذِہِ الجفوۃ یا بلال اَمَا اٰنَ لکَ ان تزورنی یا بلال فانتبہ حزیناً وَجِلاً خائفاً فرکب راحلتہٗ وقصد المدینۃ والی قبر النبی ﷺ فَجَعَلَ یبکی عندہٗ ویمرغ وجھہ علیہ فاقبل الحسن والحسین فجعل یضمُّھُمَا ویقبلھما . الخ (وفاء الوفاء شریف)۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس فتح کر کے واپس لوٹے اور جابیہ پہنچے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہیں شام میں رہنے دیں۔ حضرت امیر المؤمنین نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد راوی نے کہا انکے وہاں پہنچنے اور دریا میں اترنے کا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں اے بلال! یہ کیا ظلم ہے؟ تیرے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ تو میری زیارت کو آئے۔ اس خواب کو دیکھ کر آپ بہت زیادہ خوف زدہ ہوئے اور راحلہ پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ کا قصد کیا۔ جب مدینہ شریف پہنچے تو روضہ اطہر پر حاضر ہوئے۔ قبر شریف کے پاس پہنچ کر روئے اور اپنا چہرہ قبر شریف پر ملنے لگے۔ اتنے میں حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے۔ پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان دونوں کو لپٹانے اور چومنے لگے۔

Marfat.com

بغیر سلامت نہیں رہ سکتے۔اس لیے جنگلوں اور بیابانوں میں چلے گئے۔ کہ غیر کا نقش سامنے نہ آئے ۔ جناب نے فرمایا اسی لیے تو مریدوں کے ملنے سے ہمارا دِل گھبراتا ہے کہ یہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکاوٹ کرتے اور اپنی دنیوی خواہشات پیش کرتے ہیں۔اس لیے میں نے مریدوں کا مِلنا بند کر دیا کہ میرا دِل ملنے کی اجازت نہیں دیتا۔اب مجبور ہو کر مریدوں کا مِلنا چھوڑ بیٹھا ہوں۔ انہوں نے ساری عمر ملنے میں برباد کر دی۔مزید فرمایا تنہائی میں ایک ایسی لذت ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سُنی اور نہ کسی کے دِل پر اس کا خیال گزرا جیسا کہ ایک شخص کھانا کھا رہا ہے اور اس کے کھانے میں بہت لذت آ رہی ہے تو اس کے لقمہ میں کوئی کنکر آ گیا تو اس لقمہ کی ساری لذت بالکل برباد ہو جائے گی۔اسی طرح جب درویش تنہائی کی لذت میں بیٹھا ہو تو اوپر سے کوئی غیر آ جائے تو اس کی پہلی لذت چلی جاتی ہے۔فرمایا کہ یکسوئی کو لازم پکڑو ورنہ فلاح نہ پاؤ گے۔تنہائی کے سِوا یکسوئی نہیں ہو سکتی۔ جب غیر صورت دل سے ہٹ جاوے تو یار کی صورت دِل میں خود بخود آ جاتی ہے۔فرمایا طلب حاصل کرو جو غیر کو اُڑا دے۔اور دِل پاک ہو کر اللہ تعالیٰ سے واصل ہو جائے۔ دِل کو ماسوائے اللہ سے پاک کر لو اور اسی کو دِل میں رہنے دو۔ دِل اللہ کا گھر ہے ۔فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ ہماری طرح کھاتے پیتے اور سوتے ہیں۔لیکن جو یہ کہتے ہیں وہ باطن کو راندھے ہیں۔ وہ نہیں جانتے اولیاء اللہ باطن سے اللہ سے واصل ہیں۔فرمایا اللہ تعالیٰ کو باطن والی آنکھ دیکھتی ہے۔ظاہری نہیں دیکھ سکتی۔ باطنی آنکھ بھی ایسی ہے جیسے ظاہر والی مگر ظاہر والی آنکھ غلطی کرتی ہے اور باطنی آنکھ غلطی نہیں کرتی۔ باطنی آنکھ ایسی ہے کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ فتح پور شریف کے عرس پر ایک سکھ نے کھیل دکھایا کہ اس نے ایک آدمی کو لٹا دیا اور اس کی پیشانی پر ایک آلو رکھ دیا۔اور اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر آلو والے آدمی سے تین چار بلکہ پانچ چھ قدم کے فاصلے پر تلوار ہاتھ میں لے کر کچھ دیر تو تلوار کو یونہی آگے پیچھے کرتا رہا لیکن آٹھ دس مرتبہ تلوار کو آگے پیچھے کرنے کے بعد یکدم چلا اور لیٹے ہوئے آدمی کے بالکل نزدیک آ کر ایسی تلوار ماری کہ پیشانی پر رکھے ہوئے آلو کے دو ٹکڑے ہو گئے۔اس سے معلوم ہوا اُس کی ظاہر والی آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی

Marfat.com

تھی۔اُس نے آلو کو باطنی آنکھ سے دیکھ کر دو ٹکڑے کیا۔ پھر یہ اشعار پڑھے

میٹ اکھیں تو ظاہر والیاں گزر گیاں انصافوں
کھول اکھیں تو باطن والیاں لین نجات خلافوں
ایہہ نہ چشم نظاریاں لائق جس دی دھیری کالی
ایہہ خود فانی فانی دیکھے دیکھ رہے متوالی

Marfat.com

ملفوظ نمبر 11

۲ ماہِ اسوج ۲۰۱۴ بکرمی/ ۲۲ صفر ۱۳۷۷ ہجری/ ۱۸ ستمبر ۱۹۵۷ء بروز بدھ صبح آٹھ بجے

جناب نے فرمایا رضا پر راضی رہنا انسان کو ضروری ہے۔ لیکن سبھی اس چیز سے غافل ہیں۔ اس پر عمل کرنا ضروری تھا۔ آپ نے فرمایا ساری عمر مریدوں نے سُنا کہ رضا بالقضاء پر عمل کرنا ضروری ہے مگر کسی نے عمل نہ کیا۔ فرمایا کہ جناب محبوبِ پاک رضی اللہ عنہ نے اتنی بڑی کتاب ''فیضِ سبحانی'' جو شروع کی ہے محض رضا بالقضاء کو نیا سے نیا لباس دیا تا کہ ہر ایک کے فہم وعقل میں آ جائے۔ پھر فرمایا کہ فتح پور شریف والے فیضِ سبحانی کا چالیس سال وعظ فرماتے رہے۔ اس طرح ایک سرے سے دوسرے سرے تک ختم کر کے پھر اگلے روز اوّل صفحہ سے شروع کر دیتے۔ یہاں تک کہ چالیس برس گزر گئے لیکن سُننے والوں نے اس پر عمل کیا؟ جب مجلس سے باہر آتے تو ہاتھ تہہ بند پر جاڑھ دیتے کہ عمل کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ یعنی فیضِ سبحانی کے سُننے ہی کو کافی سمجھ لیا۔ جناب نے فرمایا کہ میری عمر پانچ سال کی تھی کہ فتح پور شریف والے حضور رحمۃ اللہ علیہ مجھے پیر محل شریف لے گئے۔ اس وقت سے آج تک میں نے نہیں سُنا کہ کوئی شخص اللہ کے پانے کے متعلق کوئی سوال کرے۔ محض آرزو وخواہشاتِ دنیوی کے سوا کچھ نہیں۔ مزید فرمایا رضا پر رہنے والا کوئی نہیں دیکھا جیسا کہ ایک فقیر صاحب کے پاس آ کر لوگوں نے آرزو کی کہ فقیر صاحب دُعا کریں کہ دریا طغیانی کے سبب ہماری فصلیں اور زمین تباہ و برباد کر رہا ہے۔ فقیر صاحب نے فرمایا جاؤ دو چار کدال لاؤ اور زمین کھود کر اور فصل کاٹ کر دریا میں ڈالو اور دریا کی موافقت کرو۔ چنانچہ اُن کے ہتھیار لانے پر بمعہ فقیر صاحب دریا کے کنارے پر جا کر جو کام دریا کر رہا تھا وہی کرنے لگ گئے۔ لوگ یہ حال دیکھ کر حیران ہوئے اور معروض ہوئے کہ فقیر صاحب ہمارا مقصد تو نقصان روکنے کا تھا لیکن آپ دریا کے ہمراہ ہو کر ہمارا زیادہ نقصان کرا اور کروا رہے ہیں۔ فقیر صاحب فرمانے لگے۔ ہمیں کیا ہے؟ جب ہمارے مالکِ حقیقی کی رضا ہی اسی طرح ہے تو میں اس کی رضا کے خلاف کیوں چلوں؟

اسی طرح ایک عورت کا معصوم بچہ بہت بیمار ہوا۔ بہت حکیموں سے علاج کروانے سے کوئی

Marfat.com

فائدہ نہ ہوا۔ہار کر ایک فقیر صاحب کی خدمت میں بچہ کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کی کہ فقیر صاحب مجھ غریب کے پاس صرف ایک یہی بچہ ہے اور یہ بھی بہت دنوں سے بیمار ہے۔ بہت علاج کرایا لیکن کوئی آرام نہیں مِلا۔آپ دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو صحت عطا فرمائے۔تو فقیر صاحب بہت غصے ہوئے اور بولے چاہے یہ بچہ مر ہی کیوں نہ جائے میں اپنے خداوند تعالیٰ کی رضا کے خلاف کیوں دُعا کروں۔بس یہی کہنا تھا کہ بچے کو اللہ تعالیٰ نے کُلی صحت عطا فرمائی اور عورت خوشی خوشی واپس گھر آئی۔

پھر آپ نے فرمایا کہ یہ دنیادار آدمی پیر کے مرید نہیں ہوتے یہ تو اپنی خواہشات کے مرید ہوتے ہیں۔ان کا پیر دنیا ہے جس کے پیچھے پیچھے دوڑے پھرتے ہیں جیسا کہ سلطان محمود غزنوی کو ہندوستان پر حملہ کرتے ہوئے ۱۴ بار شکست ہوئی تو بہت ہی پریشان ہوا۔جس پر وزیر نے سمجھایا کہ آؤ کسی فقیر سے دُعا کروائیں۔اللہ تعالیٰ فقیروں کی سُن لیتے ہیں۔محمود نے ایسا ہی کیا کہ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے مُلاقات کیلئے جب دروازے پر پہنچے تو دربان نے روک دیئے کہ آپ اندر نہیں جاسکتے۔اس بات پر محمود کو بہت رنج ہوا۔وزیر نے کہا کہ رنج کرنے کی کوئی بات نہیں۔آپ شاہانہ لباس اُتار کر دُرویشانہ لباس پہن لیں۔محمود نے اسی طرح کیا اور دربان سے کہا کہ اندر جانے کی مجھے اجازت نہیں تو کم از کم میرا عریضہ ہی خدمتِ اقدس میں گزار دو۔ دربان نے رقعہ خواجہ صاحب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔جس پر یہ لکھا تھا ''بر درِ فقراء دربان نباید'' یعنی فقیروں کے دروازے پر دربان نہیں چاہیے تو جواب مِلا کہ ''بباید تا سگِ دُنیا نہ آید'' یعنی دربان اس لیے ہے کہ دُنیا کے کتے اندر داخل نہ ہو پائیں۔اس میں محمود کو دُنیا کا سگ قرار دیا گیا۔ اور محمود کو اپنے پاس بُلا لیا۔محمود اپنے پاس کافی مال و دولت لے کر آیا تھا۔وہ خواجہ صاحب رضی اللہ عنہ کی نذر پیش کیا۔جب خواجہ صاحب رضی اللہ عنہ نے اس دولت کو دیکھا تو دربان کو حکم دیا کہ کہیں سے سوکھا ہوا روٹی کا ٹکڑا لے آؤ۔دربان لے آیا تو آپ نے محمود کو دیا۔اور فرمایا اسے کھالو۔محمود اپنے منہ میں ڈال کر چبانے لگا۔کچھ دیر کے بعد خواجہ صاحب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اے محمود ابھی تک آپ سے وہ ٹکڑا کھایا

Marfat.com

نہیں گیا۔ محمود نے عرض کی یا حضرت حلق سے نیچے نہیں اُترتا۔ خواجہ صاحب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے یہ مال و دولت جو میرے لیے تم لائے ہو اس روٹی کے سوکھے ٹکڑے کی طرح میرے حلق سے نیچے نہیں اُترتا۔ لہٰذا اسے میری نظروں سے دور کرو۔ محمود نے عرض کی کہ آپ دُرویشوں میں بانٹ دیں لیکن آپ نہ مانے۔ بعدازاں محمود نے اپنا اصل مطلب ظاہر کیا کہ حضور ہندوستان پر مجھے حملہ کرتے کرتے ۱۴ بار ہو گئے ہیں لیکن فتح نہیں ہوئی۔ تو آپ اپنا پیراہن مبارک اُس کو عطا فرما کر کہنے لگے کہ اے محمود جب تجھے شکست معلوم ہو تو یہ کُرتا آسمان کی طرف کر کے کہنا یا الٰہی یہ کُرتا تیرے پیارے ولی کا ہے۔ اس کی لاج رکھیو۔ چنانچہ محمود نے ایسا ہی کیا اور فتح پائی۔

بعدازاں فرمایا اللہ تعالیٰ کی رضا اور فقیر کی رضا ایک ہی ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ جو کچھ بھی ہوتا ہے اس کی رضا سے ہوتا ہے۔ اگر کسی کو پانی ڈبو دیتا ہے یا کسی کو آگ جلا دیتی ہے یا اور جو کچھ بھی ہوتا ہے اس کی رضا سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے امر یعنی حکم کے سوا ایک ذرہ بھی نہیں ہل سکتا[1]۔ فرمایا ذرہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کو تلوار کی دھار بھی ایک سے دو نہ کر سکے۔

(۱)۔ لَا تَتَحَرَّکُ ذَرَّۃٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ (الحدیث) ''اللہ کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 12

۲ ماہِ اسوج ۲۰۱۳ بکرمی/ ۲۲ صفر ۱۳۷۷ ہجری/ ۱۸ ستمبر ۱۹۵۷ء بروز بدھ بوقتِ عشاء فرمایا کہ جب انسان اپنے ارادہ کو سچا کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کیلئے فتح کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ میری طرف دوڑ کر آؤ۔ میں نجات دینے والا ہوں۔ بندہ کتنا اللہ تعالیٰ سے غافل ہے کہ ہر وقت دُنیا میں مشغول ہے۔ اس نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جیسے مجھے موت آئے گی ہی نہیں۔ اور صرف کھانے پینے، سونے پہننے اور نکاح کرنے اور عیش و عشرت کرنے کیلئے مجھے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ فرمایا دیکھ یہ بندہ دُنیا سے کتنی محبت رکھتا ہے۔ مال و دولت، اولاد، مکانات، بھینس، گائے، بکری، گھوڑا، کتا، تیتر، بٹیرے وغیرہ حالانکہ ہر فانی چیز سے اس کو پوری محبت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے غافل ہے۔ جنابِ غوثِ پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اے بندے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی جوتی جتنی بھی محبت نہیں رکھتا جس نے تم کو سب نعمتیں عطا کی ہیں۔ اُس کو بھول گیا۔ جب تُو اپنے مکانات اور شادی پر یا کسی مُجرے پر ہزاروں روپے خرچ کر دیتا ہے اور کوئی اللہ کے نام پر ایک پیسے کا سوال کرتا ہے تو تُو صاف نفی میں جواب دیتا ہے اور فقیر کو یہ کہہ کر ٹال دیتا ہے کہ بابا معاف کرو۔ دیکھ اللہ تعالیٰ کے کتنے احسان ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تُو میری راہ میں دے تو میں تجھے اُس کا دس گُنا دُنیا میں اور ستر گُنا آخرت میں عطا فرماؤں گا۔

فرمایا کہ انسان کیلئے چار مشکل گھاٹیاں ہیں۔ دو قیامتیں ہیں۔ پہلی قیامتِ کبریٰ، دوسری قیامتِ صغریٰ کے نام سے موسوم ہے۔ پہلی گھاٹی تیرے سر پر کھڑی ہے جو موت ہی ہے اور جان نکالنے کا وقت ہے۔ دوسری گھاٹی قبر کا حساب جو کہ بہت سخت ہے۔ تیسری پُل صراط جو بال سے باریک، تلوار سے تیز ہے۔ جس کا سفر پچاس ہزار سال میں طے ہوگا۔ چوتھی میزان یعنی ترازو وہاں نیکی اور بدی تولی جائے گی اور خود اپنے اوپر گواہ ہوگا[1]۔

پھر فرمایا ہر شخص پر مرنے کے بعد دو حالتیں ہونگی۔ جن میں ایک نہ ایک حالت انسان پر ضرور

---

(۱)۔ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ (پ۲۹: ع۱۷) ''بلکہ انسان خود بھی اپنے نفس (کے احوال) پر آگاہ ہوگا۔

Marfat.com

وارد ہوگی۔ وہ کیا ہیں یا تو پکڑا جائے گا یا بخشا جائے گا۔ اب کیا خبر ہم کس حالت میں ہیں۔ اس کے بعد جناب نے فرمایا توبہ کو لازم پکڑو اور موت کو ہر وقت یاد رکھو اور جب سونے لگو تو توبہ کرو اور موت کو اس طرح سمجھو کہ میرے سر کے تکیہ کے نیچے پڑی ہے۔ جناب نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء پیدا کیے اور چار کتابیں اُتاریں محض اسی خاطر کہ ایک اللہ کو مقدم سمجھو اور اس کو پہچانو تو انسان نے اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا بندہ پر کرم ہے کہ اُس نے باطن والے گناہ بخش دیے ہیں اور ظاہر والے گناہوں کی باز پرس ہوگی۔ یہ تو عام کیلئے ہے جو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتے ۔ اور جو خاص اللہ کے بندے ہیں اُن کی دلیل سے جو گناہ ہوتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ پکڑ لیتا ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے کہ میرا خاص بندہ ہو کر غیر خیال کیوں دل میں لاتا ہے۔ اور اسی وقت اس غیر خیال کی اُس کو سزا دی جاتی ہے۔ سزا یہ ہے کہ اُس کا حال سلب کر لیتا ہے اور جب اس گُناہ سے توبہ کر کے معافی مانگ لیتا ہے اور عاجزی وانکساری سے اُس کے حضور میں اپنے حال سلب ہو جانے کی وجہ سے روتا ہے تو پھر اُس کو دوبارہ حال دے دیا جاتا ہے اور معافی دے دی جاتی ہے۔ فرمایا اللہ سے ڈرو اُس کی پکڑ بہت سخت ہے۔ اُس سے حساب لینے والا کوئی نہیں لیکن تُم سے باز پرس ہوگی۔ (لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ) (الانبیاء، آیۃ ۲۳)۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 13

مورخہ ۵ ماہِ اسوج ۲۰۱۳ بکرمی/ ۲۵ ماہِ صفر ۱۳۷۷ ہجری/ ۲۱ ستمبر ۱۹۵۷ء بروز ہفتہ بعد نمازِ مغرب جناب حضور پُر نور نے فرمایا آج بھی نبی علیہ السلام موجود ہیں اور کافر بھی موجود ہیں۔ اسی طرح شاہ منصور رحمۃ اللہ علیہ والی حالت والے بھی موجود ہیں۔ فرمایا کہ دل ایک شیشہ ہے اور عقیدہ اس کا رنگ ہے۔ جس طرح شیشے کا رنگ سُرخ ہو تو سارا جہان سُرخ نظر آتا ہے۔ اگر شیشہ سبز رنگ کا ہو تو سب جہان سبز نظر آئے گا۔ اسی طرح جیسا کسی کا عقیدہ ہے ویسا ہی اُس کو سارا جہان نظر آئے گا۔ اگر ایک شخص جھوٹا ہے تو اس کو ساری دنیا والے لوگ جھوٹے ہی نظر آئیں گے۔ جس طرح جناب رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کافر آپ کی مجلس میں بھی بیٹھا کرتے اور بظاہر ایمان بھی لاتے لیکن حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھ کر یہ بھی کہہ چھوڑتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے جادوگر ہیں۔ معجزے دیکھ کر دل سے مان بھی لیتے کہ یہ سچا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے مگر کلمہ نہ پڑھتے۔ کہ اب ہمیں شرم آتی ہے کہ آج تک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرتے رہے۔ اب کس طرح مسلمان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا جائے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعون نے وعدہ کیا کہ اگر تم اس جگہ اسی وقت ایک کھجور کا درخت اگاؤ اور میرے دیکھتے دیکھتے ہی وہ درخت بڑا ہو جائے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کو پھل لگ جائے اور پک بھی جائے تو میں ایمان لاؤں گا۔ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی وقت کر دیا۔ مگر اس واقعہ کو فرعون نے دیکھ کر کہا کہ تم بڑے جادوگر ہو۔ دوسری ساری مخلوق ایمان لے آئی۔ اور مسلمان ہوئی لیکن فرعون ویسے ہی رہا۔ وہ ازلی شقی اور بد بخت تھا۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 14

مورخہ ۵ ماہِ اسوج ۲۰۱۴ بکری/ ۲۵ ماہِ صفر ۱۳۷۷ ہجری/ ۲۱ ستمبر ۱۹۵۷ء بروز ہفتہ بعد نمازِ عشاء حضور پُر نور نے راگ اور شراب کے متعلق اور بے پردہ رہنے پر قرآن مجید کی رُو سے روشنی ڈالی کہ ان تینوں چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے یعنی خنزیر سے نسبت دی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں سوچا کہ شراب میں وہ کونسا اثر ہے جو اصل حالت کو بدلتا ہے۔ اور یہی سوال حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر کیا تو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کی جو حالت پہلے ہو شراب پینے سے وہی حالت دس گُنا زیادہ ہو جاتی ہے یعنی بُرا کرنے والے کو دس گُنا زیادہ اُبھارتی ہے لیکن اولیاء اللہ کی حالت اس کے برعکس ہے، کبھی اُن سے حالتِ سکر میں کوئی ایسا فعل انجام پذیر ہو جائے جو بظاہر خلافِ شرع ہو تب بھی وہ مقبولِ الٰہی اور خداوند کریم کے دوست ہیں کیونکہ انکے دل میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

بر زبان تسبیح در دل گاؤ خر
این چنین تسبیح کہ دارد اثر

یعنی زبان سے اللہ کا نام لینا لیکن دل گائے اور گدھے کی طرف مائل ہے۔ پھر فرماتے ہیں

بر زبان خمر و دِل ذکرِ خدا
این چنین خمرِ چُرا نبود روا

یعنی زبان پر شراب ہے مگر دل ذکرِ خدا میں مشغول ہے تو ایسی شراب جس کے پینے سے دل ذکرِ خدا میں لگ جائے وہ کیوں نا جائز ہو۔

پھر ایک دُرویش نے عرض کی جناب وہابی لوگوں سے میرا بڑا جھگڑا رہتا ہے۔ تو حضور نے فرمایا یہ وہابی لوگ اپنے عقائد میں بڑے تنگ نظر اور متشدّد ہیں۔ ان کی اسطرح مثال ہے کہ انسان آنکھوں پر جس رنگ والے شیشے کی عینک رکھے تو اسی رنگ کی ہر چیز دکھائی دے گی۔ اس لیے یہ لوگ اپنے عقیدہ کے شیشے سے دیکھتے ہیں اور اصل سے محروم رہتے ہیں۔ جیسا کہ کسی نے کہا

Marfat.com

کوڑے تائیں کچھ نہ سُجھے
رنڈی ویکھ سہاگن بُجھے

پھر فرمایا اہلِ حق بھی قیامت تک ہوتے رہیں گے اور منافق و مشرک بھی ساتھ ہوتے رہیں گے۔ یعنی حق اور باطل کا تقاضا رہے گا۔ اگر باطل نہ ہوتا تو حق کی بھی قدر نہ ہوتی۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا اگر تو اس جگہ کھجور کا درخت اُگا کہ اُس کے ساتھ کھجوریں لگ کر پختہ ہو جائیں اور میں کھاؤں تو تب مانوں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ایسا کر دکھایا تو فرعون نے کہا یہ کوئی بڑی بات ہے۔ ایسا تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کرو تو فرعون کے حکم سے کھجور جھک کر اُس کے ساتھ پُختہ کھجوریں لٹکنے لگیں جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام حیران ہوئے اور کہا کیا حق اور باطل برابر ہوئے تو فرعون نے دانائی سے جواب دیا اے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام غم زدہ کیوں ہو گئے۔ اب اس موقعہ کے اندر اور اس وقت ہر جگہ کھجوریں ہو سکتیں تھیں۔ بے شک برکت تیری ہی طرف سے ہے لیکن میں تیرا دین قبول نہیں کرتا۔

پھر حضور پُرنور نے فرمایا کافر لوگ اسی طرح عادت کے خلاف سوال کرتے ہیں یعنی ایک چیز بوئی جاتی ہے اور اپنی میعاد پر بڑھتی ہے اور پھل لاتی ہے۔ یہ تو بات ہوئی عادت کے موافق لیکن جس چیز کا نہ موسم ہو نہ بیج، نہ معیاد اُس کا سوال کافر کی طرف سے جب ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے انبیاء کو یہ طاقت ہے کہ کافر کے سوال کو پورا کریں۔ مگر امرِ الٰہی کی انتظار ضرور ہوتی ہے۔ کافر معجزات بھی دیکھ کر ایمان نہ لائے۔ یہ اُن کی ضد ہے اور مسلمان ہونے سے مانع ہیں۔ اب اگر ہم ایمان لے آئیں تو لوگ ہمیں مانتے ہیں وہ کیا کہیں گے۔ جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے باپ ابی طالب نے کہا۔ ہم قریش کے خاندان سے ہیں اور رئیس ہیں۔ اس میں ہماری ہتک ہے کہ ہم نماز میں سر نیچا اور دبر کو اُونچا کریں۔ یہ بڑی شرم کی بات ہے۔ لوگ ہمیں کیا کہیں گے۔ فرمایا پس جو سر اللہ کو نہیں جُھکاتا وہ کافر اور جہنمی ہے۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 15

۶ ماہِ اسوج ۲۰۱۳ بکرمی/ ۲۶ صفر/ ۲۲ ستمبر ۱۹۵۷ء بروز اتوار بوقت صبح حضور پُر نور کی خدمت میں مستری واحد بخش نے ریڈیو حاضر کیا۔ جناب اِس کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ دیکھو یہ حضرت انسان مظہرِ رحمان کے کارنامے ہیں۔ پھر فرمایا کہ نفس، دِل وروح کے متعلق میں خیال کرتا ہوں کہ دل نفس و روح ہوئے تو سہی لیکن یہ چیز کیا ہیں۔ فتح پور شریف والے جناب رحمۃ اللہ علیہ چالیس برس فیضِ سبحانی کی شرح فرماتے رہے لیکن میں اِن کے دریافت کرنے سے قاصر رہا کہ کسی گویائی سے کلام دریافت کروں۔ آپ نے چالیس سال فیضِ سبحانی کا ترجمہ کیا کہ درویش پہلے دودھ ہے پھر اِس کو مرشدِ کامل جاگ لگا کر دودھ سے دہی بناتا ہے۔ پھر اِس کو برتن میں مدھانی کے رگڑنے سے دہی سے مکھن اور چھاچھ الگ الگ کرتا ہے۔ پھر مکھن سے روغن خالص بناتا ہے یعنی پہلے درویش دودھ ہے مراد شریعت ہے۔ شریعت کو طے کرنے کے بعد طریقت میں دہی بنتا ہے۔ پھر طریقت سے حقیقت میں جا پہنچتا ہے تو گویا مکھن ہو جاتا ہے۔ پھر حقیقت سے معرفت کو جب حاصل کر لیتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو پالیتا ہے تو روغنِ خاؔلص بن جاتا ہے

فرمایا ہر چہار منزل دُرویش کیلئے زینہ ہے۔ درویش جب شریعت پر عمل کرتا ہے تو دوسرا زینہ سامنے نظر آجاتا ہے۔ جب طریقت کے زینہ پر قدم رکھا تو حقیقت کا زینہ دکھائی دیتا ہے اور جب حقیقت کا زینہ طے کرتا ہے تو معرفت کا دکھائی دیتا ہے۔ آپ اسی موضوع پر کلام فرماتے تھے کہ جب تک شریعت نہ ہو تب تک دُرویش کسی منزل پر نہیں پہنچ سکتا کیونکہ جب دودھ ہی نہ ہو تو مکھن دہی وغیرہ کیسے ہو۔ فرمایا کہ جب دُرویش مکھن ہو جاتا ہے تو پھر مکھن چھاچھ سے الگ ہوتا ہے۔ پھر چھاچھ میں مخلوط نہیں ہوتا۔ اِس مسئلہ پر مجھے غور کرنا پڑا کہ شریعت کیا ہے۔ کہ جس کے طے کیے بغیر منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگر یہ شریعت ہے کہ نماز، روزہ، حج زکوٰۃ، کلمہ شریف نماز پڑھنے اور روزہ وغیرہ رکھنے والوں میں سے بھی لوگ دوزخ میں کیوں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا پانا تو کُجا اللہ تعالیٰ پر بندے کو بھروسہ ہی نہیں۔

Marfat.com

حکایت: کسی دُرویش نے اپنے پیشوا سے سوال کیا کہ جناب فرمادیں کہ میرا کیا درجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگرتُو کھانا، پینا، سونا اور نکاح کرنے کا کام کرتا ہے تو تیرا درجہ حیوان کا سا ہے کیونکہ یہ کام تو حیوان بھی کرتے ہیں۔ کھاتے، پیتے، سوتے اور بچے بھی پیدا کرتے ہیں۔ اور اگرتُو لڑائی جھگڑے میں مشغول رہتا ہے تو تیرا درجہ کتے کا سا ہے۔ اور اگر تو مریض بنا ہوا ہے اور نفسانی خواہشات میں گھر کر غریبوں اور یتیموں کا مال کھاتا ہے تو تیرا درجہ خنزیر کا سا ہے اور اگر تو اپنی روزی حلال کما کر اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتا ہے تو تیرا درجہ فرشتے کا سا ہے۔ اگر تو سب کچھ خدا تعالیٰ کو سونپ کر اس کے ذکر وفکر میں ہے اور ماسوا اللہ کسی سے محبت نہیں رکھتا تو تیرا درجہ حضرت انسان والا ہے۔ فقیر صاحب نے فرمایا کہ اب تو اپنا درجہ خود پہچان لے۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 16

۶ ماہِ اسوج ۲۰۱۴ بکرمی/ ۲۶ صفر/ ۲۲ ستمبر ۱۹۵۷ء بروز اتوار بوقت بعد از عصر حضور پُر نور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اوپر نیچے، دائیں بائیں، ظاہر باطن ہر جگہ ہر وقت موجود ہوں اور یہ بندہ پھر بھی غافل رہا۔ یہ غرور کس بات پر ہے کہ عمر تو اسی (80)، نوے (90) سو (100) سال کا تو کوئی شاذ و نادر ہی ہوتا ہے ۔اس بھنور دنیا میں آ کر اس نے دھوکہ کھالیا اور اللہ کو بُھلا دیا۔ انسان بڑے دھوکہ میں آ گیا ہے۔ فرمایا اس کو کس نے دھوکا دیا۔ اندر والے نفس شیطان نے جو اللہ پاک نے آزمائش پیدا کی ہوئی ہے۔ یہ انسان جو چاہتا ہے وہ بناتا ہے اور چاہتا بھی یہ ہے کہ میں اتنا بڑا ہو کر چلوں، شان ہو، عزت ہو، سب لوگ میری دولتمندی اور شان وعزت کے قائل ہوں۔ تو اس سے بڑھ کر اور کوئی برائی نہیں۔ اور اس پر ایک حکایت بیان فرمائی۔

ایک دفعہ ایک بادشاہ ہاتھی پر عماری میں بیٹھا ہوا جا رہا تھا کہ ایک فقیر نے اس کی عماری میں ایک پیسہ پھینکا۔ بادشاہ نے کہا کہ فقیر تم نے مجھے غریب سمجھ رکھا ہے۔ فقیر صاحب بولے کہ ہاں۔ اگر میں تمہیں ایک اور بادشاہت دوں تو لے گا؟ بادشاہ نے کہا کہ آپ کی مہربانی ہوگی۔ فقیر صاحب نے فرمایا کہ اب بتا کہ تُو بھوکا ہے یا نہیں۔ فرمایا یہ دُنیا ایک خنزیر کا ٹکڑا ہے۔ یہ دُنیا مردار ہے اس کی طلب کرنے والا کتا ہے [1]۔ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا مولا! مُردار سے تو بُو آتی ہے اور دُنیا سے بُو کیوں نہیں آتی؟ تو حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مُردار سے بدبو انسان کو آتی ہے کتے کو نہیں آتی کیونکہ وہ اس کی خوراک ہے۔ فرمایا وہ انسان کون ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے ہیں؟

---

(۱)۔ اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَطَالِبُھَا کِلَابٌ۔ ''دُنیا مردار ہے اور اسکے طالب کتے ہیں''۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 17

۷ ماہِ اسوج ۲۰۱۳ بکرمی/ ۲۷ صفر ۱۳۷۷ ہجری/ ۲۳ ستمبر ۱۹۵۷ء بروز سوموار صبح جناب نے فرمایا کہ اللہ پاک نے انسان پر تین فرشتے مقرر کیے ہیں ایک ملک الموت علیہ السلام، دوسرا جبرائیل علیہ السلام، تیسرا میکائیل علیہ السلام یہ دونوں انسان کی طرف نازل ہوتے ہیں۔ جو کام جبرائیل علیہ السلام کے ذمے ہے وہی کام میکائیل علیہ السلام کے ذمے ہے اور اپنی اپنی ذمہ داری کو ادا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے عرشِ معلیٰ کے چار دروازے ہیں جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام دونوں فرشتے عرش کے گرد اگرد طواف کرتے رہتے ہیں یعنی مالک کے حکم کا انتظار کرتے رہتے ہیں اور ہر دروازہ سے کان لگائے چل رہے ہیں کہ شاید کس دروازہ سے حکم صادر ہو۔ اگرچہ یہ فرشتے مقرب و حضوری میں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے دیدار سے بعید ہیں۔ اس لیے کہ اُن کو دیدار کی طلب ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پائیں۔ جبکہ طلب ہی نہ ہو تو اس کو دیدار کس طرح ہو سکتا ہے۔ فرمایا حضوری اور چیز ہے اور دیدار اور چیز ہے۔ حضوری تو یہ ہے کہ مالک کے حکم کے مطابق تعمیل کرے اور کسی کام پر یقین کیا جاوے لیکن دیدار کہاں۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 18

۱۱ ماہِ اسوج ۲۰۱۳ بکرمی/ ۲ ماہِ ربیع الاوّل ۱۳۷۷ ہجری/ ۲۷ ستمبر ۱۹۵۷ء بروز جمعۃ المبارک بوقت عصر حضور پُر نور نے فرمایا کہ آواز میں بھی ایک ایسی تاثیر ہے کہ جو پرندوں پر اثر رکھتی ہے۔ یہاں تک کہ بے بس ہو کر جان دے دیتے ہیں جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ ایک منٹ میں بہت کلام فرماتے اور وضاحت کے ساتھ۔

فرمایا قصہ تو طویل ہے مگر مختصر یہ کہ جب فرعون کو نجومیوں نے بتایا کہ اِس سال تیرے شہر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر تجھ سے بڑی دشمنی سے پیش آئیگا۔فرعون یہ بات سُن کر فکر مند ہوا ۔اور حاملہ عورتوں کو بلا کر اُن کے حمل گرا دینے کا حکم دیا گیا اور جو بچہ پیدا ہوتا اُس کو قتل کر دیا جاتا ۔جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اُن کی والدہ صاحبہ یہ ماجرا سُن کر بہت متفکر ہوئیں تو اللہ نے اُن کے دل میں وحی کی جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی کی کہ فکر نہ کریں اور ایک لکڑی کا صندوق بنوا کر موسیٰ علیہ السلام کو اُس میں لِٹا دیں اور تالا لگا کر چابی بھی ساتھ ہی باندھ کر دریائے نیل میں بہا دیں۔تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اپنی غلامہ کو ترکھان کے پاس بھیج کر رات ہی رات میں اللہ کے فرمان کے مطابق صندوق تیار کروا کر دریائے نیل میں اپنا منوّر بیٹا بہا دیا۔ جب واپس آئیں تو بیٹے کو جدا کرنے سے صدمۂ عظیم ہوا۔آپ مغموم بیٹھی تھیں کہ آپ کی غلامہ نے کہا آپ نے جو کام کیا ہے یہ سب کا سب صبح فرعون کے دربار میں بیان کروں گی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا دل مضبوط کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر ہم موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل مضبوط نہ کرتے تو وہ ہلاک ہو جاتیں۔صبح فرعون کے دربار میں وہ غلامہ مذکورہ اُسی نیت سے حاضر ہوئی کہ سارا ماجرا بیان کروں۔سبحان اللہ کہ اللہ تعالیٰ بے شک قادر ہے۔وہ کچھ کہنے ہی کو تھی کہ اللہ پاک نے اس کی زبان بند کر دی۔صبح فرعون کا وزیر دریا کے کنارے سیر کو آیا۔ جب پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ کچھ بہتا آرہا ہے تو وزیر نے سپاہی کو حکم دیا کہ جو کچھ بہتا آرہا ہے اِسے پکڑ لاؤ۔ چنانچہ سپاہی وہ صندوق نکال لایا۔ جب وہ وزیر نے دیکھا کہ

Marfat.com

صندوق کو قفل بمعہ چابی کے لگا ہوا ہے۔ حیران ہوا۔ کھولا تو قدرت کا بے مثال نور پایا۔ دیکھ کر بہت خوش ہوا اور حیران اس بات پر تھا کہ بالکل تازہ بچہ اپنا انگوٹھا چوس رہا ہے اور قفل لگا ہوا چابی ساتھ ہے ۔ یہ کیا معاملہ ہے لیکن اُس کے حُسن پہ خوش ہوتے ہوئے فرعون کے پاس بطور تحفہ لایا۔ چونکہ فرعون بے اولاد تھا۔ دیکھتے ہی بہت خوش ہوا کہ اسے میں اپنا فرزند مقرر کرتا ہوں ۔اب موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی فکر میں فرعون نے شہر کی تمام عورتیں جن کے حمل گرائے گئے تھے اور جن کے بچے قتل کیے گئے تھے بلوائیں اور دودھ پلانے کیلئے کہا۔ سب نے موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانا چاہا۔ آپ نے کسی کا دودھ نہ پیا۔ سبحان اللہ نبی علیہ السلام کا نور یعنی روحانیت بچپن ہی سے جوان و مکمل و دانا ہے۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کمال ہے کہ آپ نے کسی غیر محرم کا دودھ نہ پیا۔ یہاں تک کہ آپ کی والدہ صاحبہ آئیں اور آپ نے اُن کا دودھ پیا لیکن آپ کی والدہ نے یہ ثابت نہ ہونے دیا کہ یہ میرا فرزند ہے۔ چنانچہ دوسری عورتوں کی طرح اجنبی بن کر آپ کو دودھ پلایا تو آپ پینے لگ گئے ۔تو فرعون نے منت سماجت کی اور کہا کہ اس بچے کو دودھ پلایا کرو اور پرورش کرو اور آپ کی میں اس پرورش کے عوض تنخواہ مقرر کر دیتا ہوں یاد رہے کہ آپ ہی کی والدہ ماجدہ نے آپ کی پرورش کی لیکن اللہ پاک نے اس راز کو فرعون کی عقل سے بعید رکھا چونکہ وہ اس راز کو نہ سمجھ سکا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اُس نے کسی کا دودھ نہیں پیا۔ ماسوائے ایک کے۔ جب موسیٰ علیہ السلام بچپن میں بیٹھنے لگ گئے تو ایک دن فرعون آپ کو گود میں لیے بیٹھا تھا کہ آپ نے اُس کی داڑھی کو اس زور سے پکڑا۔ اور جھنجھوڑا کہ فرعون کا قلبی سکون لرزا گیا اور فرعون لرزتے ہی سمجھ گیا کہ اِس میں کوئی شک نہیں کہ یہی میرا جانی دشمن ہے۔ کیونکہ بچہ سے یہ لرزہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرا دل لرزا گیا۔ جیسا کہ کوئی دشمن سر پر غالب آ گیا۔ فوراً جلاد کو بلایا اور حکم دیا کہ اس بچہ کو فوراً قتل کر دو۔ اللہ تعالیٰ مقلب القلوب ہے اس نے وزیر کے دل کو پھیر ڈالا اور وزیر کو ایسا کرنے کو کہا کہ وزیر نے حاضر ہو کر فرعون سے عرض کی ۔ یہ تو بے تقصیر بچہ ہے۔ اکثر بچپن کے اس وقت میں بچے معصوم اور بے سمجھ ہوتے ہیں۔ سر کے بال پکڑتے نوچتے رہتے ہیں بعض اوقات پگڑی بھی اتار لیتے ہیں۔ داڑھی بھی نوچ لیتے ہیں۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ ایسا عام طور پر ہوتا رہتا ہے لیکن

Marfat.com

فرعون نہ مانا کیونکہ یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پکڑ سے لرزہ کھا چکا تھا۔ وہ کیوں بے تقصیری پر صبر کرتا ہے۔ سبحان اللہ فرمایا کہ نبی تو پیدا ہوتے ہی نبی ہوتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وزیر کو سبق پڑھایا کہ وزیر جلدی جا کر ایک جنڈ کی لکڑی کا دہکتا ہوا انگارہ اور ایک لال لیکر طشتری میں رکھ کر فرعون کے پاس لایا اور کہا کہ دیکھو میں تجھ کو بچے کی بے سمجھی دکھاتا ہوں۔ یہ طشتری زمین پر رکھتا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ دو۔ دیکھو وہ کس طرف مائل ہوتا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑا گیا تو موسیٰ علیہ السلام لال کی طرف مائل ہوئے۔ چونکہ موسیٰ علیہ السلام کی روحانیت مکمل تھی اگر چہ بیٹھ نہ سکتے تھے یعنی بچپن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فوراً موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ انگارہ پر رکھ دے۔ چنانچہ آپ کا ہاتھ مبارک انگارہ پر رکھ دیا اور آپ نے انگارہ اٹھا کر مُنہ میں ڈال لیا۔ جس سے آپ کی زبان مبارک بھی جُھلس گئی۔ سبحان اللہ فرماتے ہوئے جناب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انسان کا اتنا زبردست نگران ہے لیکن پھر بھی اس کو یقین نہیں آتا۔ چنانچہ نجومیوں نے فرعون کو جتایا کہ اِس سال تیرے شہر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیرے ساتھ دشمنی کرے گا لیکن ان کا رمل یا نجوم یہ نہ بتا سکا کہ آج پیدا ہوگیا ہے یا تیری ہی گود میں پرورش پائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے نجوم میں پردہ ڈال دیا۔ فرمایا کہ اس قادر مطلق نے موسیٰ علیہ السلام کے جوان ہونے پر موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ فرعون کو تبلیغ کے ساتھ میری طرف بلاؤ۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کہ یا الٰہی میں معذور ہوں چونکہ آپ کی زبان تھتلی (لکناہٹ) تھی۔ کلام فرمانے میں کاہلی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! تو نے تو منہ ہلانا ہے باتیں میں خود کروں گا۔ سبحان اللہ کہ اللہ تعالیٰ اپنا قادر ہونا ثابت کرتا ہے کہ ایک نبی علیہ السلام کا ساری قوم سے جنگ کرا کر نبی علیہ السلام کو غالب کر دکھاتا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری طرف آ تیرے کام میں خود کرونگا۔

جناب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انسان پر اتنے مہربان اور شفیق ہیں کہ جیسے اُن کو کوئی غرض ہے یعنی جس طرح ماں باپ بچے کو پرورش اور اس کی بہتری چاہتا ہے کہ بچہ نیک بن کر زندگی آرام سے بسر کرے۔ اس طرح اللہ پاک چاہتا ہے کہ میرا بندہ میری طرف توجہ کرے تاکہ میں اُسے بخش دوں۔ فرمایا جس طرح انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اللہ پاک نے مخالف ٹھہرائے ہیں۔ اِسی طرح اولیاء اللہ کے

Marfat.com

ساتھ بھی۔ واضح رہے کہ جو نبی علیہ السلام و ولی رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے قہر کی علامت ہے ۔ان پر اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہے اور نبی علیہ السلام و ولی رحمۃ اللہ علیہ تو لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ہیں

عارفوں کی تو سدا تعریف کر
نہیں تو اُن کا مت گلہ کر اے پسر

Marfat.com

ملفوظ نمبر 19

۱۶ ماہِ اسوج ۲۰۱۳ بکرمی/ ۷ ربیع الاوّل ۱۳۷۷ ہجری/ ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۷ء بروز بدھ حضور نے فرمایا کہ اللہ پاک ہر چیز پر قادر ہے۔ جسے چاہے مارے جسے چاہے رکھے۔ قرآنِ پاک کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب شداد کی والدہ حاملہ تھی تو ایک دن دریا سے پار جانے کیلئے بیڑے پر سوار ہوئی تو اتفاق یہ ہوا کہ بیڑا زیرِ آب ہو گیا۔ اور بیڑا میں ہی شداد پیدا ہوا اور اُسی بیڑا کے ایک تختہ پر پڑا تھا کہ وہ تختہ تیرتا ہوا کنارے کے نزدیک آ گیا۔ تو کسی کی نظر اِس تختہ پر پڑی تو اِس نے نکال لیا۔ جب شداد پرورش پاتے جوان ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک وسیع بادشاہت عطا فرمائی۔ بعد ازاں شداد خدا کہلانے لگا۔ چونکہ لوگوں نے اس کو خدا سمجھ کر پوجنا شروع کیا۔ اگر کوئی نہ پوجتا تو وہ اسے قتل کرا دیتا۔ پھر اُس نے عظیم الشان بہشت معماروں سے تیار کروایا اور کاریگروں کو حکم دیا کہ جب تیار ہو جائے تو مجھے اطلاع دیں اور میں اُس کی سیر کروں گا۔ اس سے پہلے نہیں۔ واضح رہے کہ اس بہشت کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ میں نے جو سات بہشت تیار کئے ہیں قیامت کے دن آٹھواں بہشت شداد کا اُن بہشتوں میں شامل کروں گا۔

جب بہشت تیار ہوا تو شداد نے بہشت کی سیر کرنے کی تیاری کی۔ جب بہشت کے دروازے پر پہنچا تو قدرت نے کیا معاملہ کیا کہ ایک قدم دروازے سے باہر اور دوسرا اندر رکھنے کو ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے عزرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فوراً جان نکال لے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور شداد کو اس بہشت کے اندر جانا نصیب نہ ہوا۔ فرمایا دیکھو کہ ذاتِ باری کے قبضۂ قدرت میں جہان کی چوٹیاں ہیں کہ شداد کو مشکل میں بچایا اور سلطنت دی۔ پھر کس خواہش اور کس حال میں اس کا خاتمہ کیا۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 20

۲۰ ماہِ اسوج ۲۰۱۴ بکرمی/ ۱۱ ربیع الاوّل ۱۳۷۷ ہجری/ ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۷ء بروز اتوار بوقتِ شب فرمایا کہ ایک ولی اللہ کا ذکر ہے کہ ایک شہر میں گیا تو وہاں سے ایک فقیر صاحب کا لوگ جنازہ لئے جا رہے ہیں۔ وہ ولی اللہ بھی اُس کا جنازہ پڑھنے کیلئے شامل ہو گئے۔ جب نمازِ جنازہ سے فارغ ہوئے تو ولی اللہ اس فقیر صاحب کے پلنگ مبارک کے قریب جا کر فرمانے لگے کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ نے مخلوق سے لگاؤ پیدا کر رکھا ہے تو میں تیرے جنازہ میں کبھی شامل نہ ہوتا۔ فرمایا کہ دیکھو وہ بھی ولی اللہ اور وہ بھی ولی اللہ۔ لیکن ایک کو لوگوں میں چلنے کیلئے فرصت اور ایک کو فرصت ہی نہیں۔ یعنی محویت ہی محویت ہے۔ فرمایا جس کو فرصت ہے اُس کیلئے امر ہے کہ میری مخلوق کو میرے رستے پر چلاؤ۔ اس وقت اگر کوئی فقیر ہے تو وہ بھی ریا میں غرق ہے۔ وہ بھی اپنے شو بناتا ہے کہ میں ایسا ہوں۔ لوگ اُس سے دعائیں کراتے اور اُس کی پوری مانتا کرتے ہیں لیکن یہ بھی کمینی بات ہے فرمایا کہ بابا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے جو مرید آتے تھے وہ خواہشات لیکر آتے تھے۔ کسی نے کہا کہ میری لڑکی اغوا کر لی گئی ہے۔ کسی نے کہا کہ مجھ پر فلاں نے مقدمہ کر دیا ہے۔ کسی نے کہا کہ میرا اونٹ چوری ہو گیا۔ کسی نے کہا کہ لڑکا نہیں ہوتا۔ کسی نے کہا میری شادی کا کوئی سبب نہیں بنتا۔ لہٰذا مدعی و مدعا علیہ برابر دونوں اولیاء اللہ کے پاس آتے اور دعا کراتے ہیں۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ فقیر صاحب نے کس کے حق میں دعا کی۔ یعنی مدعی کے حق میں یا مدعا علیہ کے حق میں۔ ہرگز نہیں۔ جب فقیر صاحب دُنیا کو بُرا جانتا ہے تو پھر وہ کس کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دنیا کی دعا کرے۔ فرمایا یہ تو اولیاء کی شان ہی نہیں وہ تو نکما اور دنیا دار ہے جو ہر ایک کے بارے میں دعا مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت دنیا ہی مانگتا رہے۔ ایسے فقیر کی دُعا اُس کے ہاتھ اُونچے کرنے پر اللہ تعالیٰ سے لعنت لئے لوٹتی ہے۔ جب اولیائے کرام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اُٹھاتے ہیں تو اُن کے ہاتھ عرشِ معلیٰ تک پہنچ جاتے ہیں۔ دل ان کا اپنے لئے التجا کرتا ہے کہ یاالٰہی مجھے اس دنیا سے فارغ رکھ اور ثابت قدم رکھ اپنی محبت میں اور اپنی ہی حمایت میں مجھے دنیا سے اٹھا لے۔ اور

Marfat.com

روزِ محشر کو اپنا بنا لے۔ فرمایا کہ فقیر کسی کے حق میں دعا کریں بھی تو اس طرح کرتے ہیں کہ یا باری تعالیٰ نہ میں اِس کی بہتری کو جانتا ہوں اور نہ ہی یہ اپنی بہتری کو جانتا ہے۔ ایسا کر جس میں اس کی بہتری ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اللہ ہی کو مانگ۔ بعدازاں فرمایا جب میں نے ایک مولوی صاحب پر سوال کیا کہ نماز کیا ہے تو مولوی صاحب نے جواب دیا کہ یہی ظاہری نماز ہے کیونکہ اِس کا لوگوں پر بہت اثر پڑتا ہے۔ بس ان کے لفظوں سے ظاہر ہو گیا کہ محض ریا ہی ہے۔ فرمایا یہ اُن کے لفظ میرے لئے صدمہ ہوئے۔ جس وجہ سے میں نے ان کو چار سال یہاں آنے سے اور ملنے سے منع کر دیا چونکہ مجھے ریا یعنی شو سے سخت نفرت ہے اور مولوی صاحب کا ان لفظوں سے نفاق ثابت ہوتا ہے۔ پھر فرمایا نفاق کے معنے منافقت کے ہیں کہ زبان سے کچھ، اور دل سے کچھ۔ ایک مولوی صاحب نے ذاتِ حق کا لفظ استعمال کرتے ہوئے بہت سی مثالیں دیں۔ میں نے سوال کیا کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کس طرح ہے؟ جس کے جواب میں مولوی صاحب نے جواب دیتے ہوئے فرمایا جب دوسرا کوئی پیدا ہی نہیں ہوا تو وہ وحدہٗ لاشریک ہوا۔ فرمایا کہ میں نے اس جواب پر پھر سوال کیا کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ دوسرا پیدا ہی نہیں اور وہ ایک ہی ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اور وحدہٗ لاشریک ہے۔ اب یہ بتائیں کہ وہ ایک ہے کون جو وحدہٗ لاشریک ہے؟ جس پر مولوی صاحب خاموش رہے۔ پھر میں نے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا شعر پڑھا تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ جب آپ کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر سوال ہے میں تو اس کے مقابلہ میں کوئی چیز ہی نہیں۔ بس لاجواب ہو گئے۔ اُن سے یہ بھی ہمت نہ ہو سکی کہ کم از کم یہ کہیں کہ آپ ہی بتا دیں کہ وحدہٗ لاشریک کون ہے۔ اسلئے کہ نفاق انہیں اجازت نہیں دیتا تھا۔ چونکہ اس چیز کے وہ خود مدعی تھے کہ ذاتِ حق وحدہٗ لاشریک اس طرح ہے جس طرح انہوں نے مثالیں دے رکھی ہیں اور پوچھنا ان کیلئے ہتک تھا۔ اس وقت حاضرینِ مجلس میں سے مولوی محمد الدین نے عرض کی کہ اگر کوئی آپ کے غلاموں میں سے اس بارے میں سوال عرض کرے تو کیا اس کا سوال پورا فرمائیں گے؟ جس پر حضور نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ذاتِ حق کے بارے میں کوئی سوال کرے اور اس کے ماننے والا اُس کی

Marfat.com

ایسی رہبری میں گریز اں ہوتو وہ محض غدار ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو غداروں میں شامل فرماتا ہے۔
چونکہ اللہ تعالیٰ کا منشاء ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے اُس کے بندوں کی رہبری کریں۔فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں جو صفاتی ہیں۔سب اولیاء اللہ نے اللہ تعالیٰ کی صفات بیان فرمائی ہیں جیسا کہ ستار،غفار،کریم،رحیم،قہار وغیرہ وغیرہ۔لیکن حقیقتِ باری میں کچھ نہیں فرمایا۔یہ سب اجمال ہی اجمال ہے۔فرمایا کہ ہم تمہیں اجمال کے معنی بتلاتے ہیں۔اجمال کے معنی اکٹھا یا جمع شدہ۔ تفصیل کے معنی کھلا ہوا۔پھر آپ نے موٹے الفاظ میں مثال فرمائی۔سورج طلوع ہونے سے پہلے اس کی روشنی مجمل ہے یعنی دیکھنے سے معلوم ہوا کہ سورج طلوع ہونے لگا۔لیکن سورج طلوع ہونے سے پیشتر نظر نہیں آتا جب تک وہ اپنی صحیح روشنی ظاہر نہ کرے۔یہ اجمال ہے۔اسطرح یہ دونوں جہان اجمال ہی اجمال ہیں اور اولیاء اللہ نے اپنی کتب میں چار منزلیں یعنی شریعت، طریقت،حقیقت اور معرفت لکھی ہیں۔لیکن یہ نہیں لکھا کہ ان کا ورود کیا ہے۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 21

۲۰ ماہِ اسوج ۲۰۱۳ بکرمی/ ۱۱ ربیع الاوّل ۱۳۷۷ ہجری/ ۶ اکتوبر ۱۹۵۷ء بروز اتوار حضور پُرنور نے فرمایا کہ مجھے مچھلی کا شکار کھیلنے کا بہت شوق تھا۔ایک دفعہ جال میں سنسار آ گیا۔ بندہ نے عرض کیا کہ جناب سنسار بندہ کو مارتا ہے یا بندہ سے ڈرتا ہے؟ فرمایا جو مردہ کھانے کا عادی ہوتا ہے وہ ضرور مارا کرتا ہے۔فرمایا انسان سے سوائے شیر و چیتے کے تمام درندے، پرندے ڈرتے ہیں۔ شیر و چیتا نہیں ڈرتا کیونکہ انسان کو اپنی خوراک سمجھتا ہے۔ہاتھی بھی انسان سے بہت ڈرتا ہے کیونکہ اس کی آنکھ میں کاکی ہوتی ہے۔اس کی لکیر سیدھی الف کی طرح ہوتی ہے جس کی وجہ سے اسے تھوڑی چیز بھی بڑی معلوم ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ انسان ہاتھی کو کوئی بڑی آفت معلوم ہوتا ہے۔ پھر فرمایا جناب غوث الاعظم پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ توبہ کو لازم کر لے۔یعنی لازم وہ ہے جو کبھی جدا نہیں ہوسکتا۔کیا پتہ ہے کہ کس وقت موت آ جائے۔ دنیا دار قبرستان میں میت پر بھی دنیا کی باتیں اور حقہ پیتے ہیں۔اس وقت بھی نہیں سوچتے کہ موت یقینی ہے کہ دیکھ کر بھی عبرت نہیں پکڑتے ۔ایک شخص کو سوداگری میں خسارہ ہو تو اسے سبق آ جاتا ہے۔فرمایا کہ انسان کے اعمال لکھے جاتے ہیں۔اسلئے کہ کل کو حساب ہوگا۔یہ دنیا دار وقت ضائع کرنے کیلئے وقت مقرر کر دیتے ہیں۔فلاں فلاں وہاں اکٹھے ہوئے اور پارٹی کی، اور قہقہے لگائے۔اس کو دلچسپی کہتے ہیں ۔اس کو اللہ پاک بہت بُرا فرماتے ہیں۔جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بہت بُرا جانتے ہیں قیل وقال اور زیادہ مال خرچ کرنے یعنی ضائع کرنے اور زیادہ سوال کرنے کو۔فرمایا یہ لوگ جو ممبریوں کے پیچھے ہزاروں روپے ضائع کر رہے ہیں یہ فضول خرچ ہیں۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 22

۲۱ ماہِ اسوج ۲۰۱۳ بکرمی/۱۲ربیع الاوّل ۱۳۷۷ہجری/ ۷ اکتوبر ۱۹۵۷ء بروز سوموار بوقت شام حضور نے یہ شعر پڑھا

بھر حق در خاک و خوں غلطیدہ است
پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است

یعنی جو اللہ پاک کی خاطر خاک وخون میں مل گیا تو اس نے لا الٰہ کی بنیاد نبھادی۔

فرمایا کہ اللہ پاک کے وعدے سچے ہیں۔ اللہ پاک برحق ہے۔ اللہ پاک فرماندے نیں کہ مینوں پہچانو نال نشانیاں دے۔ میری نشانیاں دنیا دے وچہ ویکھو۔ فرمایا اللہ پاک فرماندے نیں جس وقت تُوں ایک بوٹی دی شکل وچہ ہائیں یعنی ماں دے پیٹ وچہ اُس ویلے تینوں کون روزی دیندا ہا۔ پھر اللہ فرماندا ہے جس وقت تُوں دُنیا تے آیا، پیدا ہویوں تیری خاطر تیری خوراک میں نے پہلے ہی تیار کر رکھی تھی۔ تیری ہی ماں کے سینے اندر۔ ہم اُن کو پستانوں کا جس وقت بچہ پیدا ہوا تے اُونداں منہ اسیں ماں دی چھاتی ول کر دیندے ہاں۔ بندے نوں اللہ پاک فرماندے نیں تیری خوراک تیرے پیدا ہون توں پہلے میں لِکھ چکا ہاں۔ تُوں میرے اُتے یقین نہیں کرنا ایں۔ میریاں نشانیاں ویکھ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سارا حال ویکھ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حال پڑھ یعنی یہ میریاں نشانیاں بے شمار ہیں۔ دنیا دے وچہ میں برحق مگر تُوں یقین نہیں کرنا ایں۔ اللہ پاک فرماندے نیں میں بڑا غیور ہوں تُو میرا شریک نہ ٹھہرا یعنی میں لاشریک ہوں تُوں میرے شریک پیدا کرناں ایں۔ تُو آکھنا ایں ایہ چیز مینوں فلانے آدمی نے دی۔ اگر وہ آدمی یہ چیز نہ دیتا تو میں مرجاتا۔ اللہ پاک فرماندے نیں جیہڑی چیز میں کسے بندے دے ہتھوں دیوا ونی ہووے تے میں اُس بندے دے دِل وچہ اِک گل پیدا کر دیندا ہاں یعنی میں اُس بندے دے مگر ایک پیارالا دیندا ہاں تے اُو کی آکھدا اے۔ او آکھدا اے ہائے دیہہ دیہہ۔ اے چیز فلانے بندے نوں دیہہ۔ اللہ فرماندا اے او میں دیندا ہاں۔ میرے بغیر کون جو روزی دے۔ مگر توں میرے نال ورتدا

Marfat.com

نہیں ہیں۔ جناب پاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ویکھ ایتھے کوئی ذریعہ ہے؟ کہ کوئی وسیلہ ہووے، سوائے اللہ پاک توں کوئی وسیلہ نہیں۔ فرمایا جس دن اساں دنیا نوں چھڈیا ہے ناں اُس دن اساں اللہ پاک نال وعدے کیتے نیں۔ تُوں جو مطلق رازق ہیں کہ روزی بندے نوں اوتھوں دیندا ہیں جتھوں بندے نوں گمان بھی نہیں ہوندا۔ اے تیرا فرمان میں دِل دے اُتے رکھ کے گوشہ تنہائی اختیار کر ریاہاں۔ فرمایا اُس دن توں ویکھ لو میرے سارے خرچ تے میرے سارے کام گھر بار دے سارے کون پیا کردا ہے۔ فرمایا اللہ پاک اُس دن توں اتنا دے ریا ہے کہ کوئی شمار نہیں ہو سکدا۔ پھر بابے سائیں رحمۃ اللہ علیہ نے ایہہ کلام عام مجلس دے وچہ فرمائی تو وچہ اِک مولوی بیٹھا ہویا ہا۔ اُس نے آکھیا جناب تُساں نوں تاں مرید لا کے دیندے نے۔ بابے سائیں رحمۃ اللہ علیہ فرمایا بڑا افسوس مولوی جی۔ ایک گل دَسو مریداں نوں کون آکھدا ہے کہ ایہہ دَیو۔ بابے سائیں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایہہ سب کُجھ اللہ دے ریا اے۔ اِس دا نام اے توکل علی اللّٰہ فرمایا غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماندے نیں حضرت ابراہیم علیہ السلام بلا ارادہ چلتے پھرتے تھے یعنی اتنا ایمان مکمل اللہ پاک پر تھا۔ آگ کا خیال تک نہ آیا۔ باقی ذکر سارا قرآن پاک وچہ ویکھ لو۔ پھر فرمایا اللہ پاک وَلوں کوئی دیر نہیں۔ صرف انسان صفائی نہیں کرتا۔ غیر دلیلاں، غیر خیال آئے سب اللہ پاک کولوں دور کر رہے ہیں۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 23

۲۱ ماہِ اسوج ۲۰۱۴ بکرمی/۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۷۷ ہجری/ ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۷ء بروز سوموار بوقتِ عشاء فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تجھے محمد پاک ﷺ پر اعتبار ہی نہیں ورنہ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ تُو میرے نام پر دے میں تجھے دس گُنا دُنیا میں اور ستر گُنا آخرت میں ۔اور دے میرے دیے ہوئے سے لیکن دُنیادار وقت ضائع کرنے کیلئے ایک پارٹی بنائے ہوئے، قہقہے لگاتے اور بُری باتوں سے دلچسپی، بے حیائی اور فضول خرچی کو شعار بنائے ہوئے ہیں۔جس پر اللہ پاک فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ یعنی اللہ دوست نہیں رکھتا بے جا خرچ کرنے والوں کو۔فرمایا کہ جب کوئی سوالی آجائے تو گھر والی ننگی انگلیوں پر تھوڑا سا آٹا لئے آتی ہے اور اندر والا نفس اور شیطان کہتا ہے کہ کمی آجائے گی کیونکہ جہاں نیکی کا خیال وہاں برائی کا خیال بھی موجود ہوتا ہے۔کیونکہ شیطان تیری آزمائش کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔جیسا کہ اللہ پاک فرماتے ہیں اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ یعنی شیطان تجھے کہتا ہے کہ تُو اللہ کے راستہ میں دے گا تو غریب ہو جائے گا۔اور اللہ پاک تم کو وعدہ دیتا ہے بخشش کا اور فضل کا اور اللہ جیسا چاہے اس کو زیادہ کرنے والا ہے ۔پھر فرمایا اس آیت شریف کے پڑھنے سے مردہ دلوں میں نئی رُوح پھونکی جاتی ہے۔یعنی مردہ دِل زندہ ہو جاتے ہیں اور ایمان کا چراغ روشن ہو جاتا ہے۔جیسے اللہ تعالیٰ کا راستہ نظر آنے لگ جاتا ہے۔چونکہ اللہ پاک نے ہمیں بذریعہ قرآن پاک و نبی پاک ﷺ اپنا راستہ بتایا۔ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام و قطب کے ذریعے ہی سے اللہ تعالیٰ نے اپنا راستہ دکھایا۔ورنہ ہمیں کیونکر پتہ چلتا کہ ہمیں کوئی پیدا کرنے والا بھی ہے اور پالنے والا بھی ہے۔ہرگز پتہ نہ چلتا۔جیسا کہ حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

جب واحد ہک ہکلا سی

نہ ظاہر کوئی تجلی سی

Marfat.com

ہُن گوناں گون ہزار
ہُن میں ویکھیا سوہنا یار

فرمایا کہ دنیاداروں نے اللہ تعالیٰ کو بالکل بھلا دیا اور موت کو جو ہر وقت سر پر کھڑی ہے۔ ہر ایک کہہ تو دیتا ہے کہ ایک دن مرنا ہے لیکن دل میں ہر وقت زندگی ہے کہ فلاں مر گیا میں تو ابھی جوان ہوں اسلئے یہ دُنیا نہیں چھوڑ سکتا۔ مثال اگر کسی شخص کو کوئی معتبر اپنی زبان سے یہ کہے کہ فلاں روز یا فلاں مہینے یا فلاں سال تک تُو مر جائے گا تو کیا اس شخص کا دُنیا کے ساتھ تعلق ویسا ہی رہے گا جیسا کہ پہلے تھا یا نہیں؟ ہر گز نہیں اس وقت سے ہی تعلق توڑ بیٹھے گا اور مرنے کا فکر ہی باقی رہ جائے گا۔ انسان موت سے بہت غافل ہے۔ اسے مرنے کے بعد پتہ چلے گا کہ مجھے کیا کرنا ضروری تھا۔ اس نے چار گھاٹیوں سے گزرنا ہے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو خود فرمائے گا یعنی نہ نبی نہ فرشتے کے ذریعے سے کلام فرمائے گا۔ کہ تم نے مجھے دُنیا میں بھلا دیا۔ اب میں تجھے آخرت میں بھلاتا ہوں اور اسی اثنا میں فرمایا کہ موضع ماسون ضلع جھنگ میں ایک مولوی صاحب رہتے تھے جو ضعیف العمر، بہت عالم فاضل اور نیک آدمی تھے۔ اور اس کا کلام بہت اثر پذیر تھا۔ سائیں فتح پور شریف والے رحمۃ اللہ علیہ اس کو چھ ماہ یا سال بعد جمعہ پر بلاتے اور تقریر سُنتے تھے۔ چونکہ اس کی تقریر حظ بھری تھی اور وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی و فضل و رحمت کا وعظ کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوامخواہ چاہتا ہے کہ میں اپنے بندے کو بخش دوں۔ قہر و غضب نہ بیان کرتا کہ کوئی بے امید نہ ہو جائے اور نہ کسی کا دل ڈر جائے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے سے شفقت ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی اپنی روٹی سے تھوڑا سا ٹکڑا خالص محبت اور اخلاص سے میرے نام پر دے تو میں اس کے اس ٹکڑے کے ثواب کو بڑا کر کے پہاڑ کے مانند کر دیتا ہوں اور وہ پہاڑ اتنا ہے کہ تمام جہان اس کے دائرہ میں آباد ہے۔

فرمایا کہ قرآن پاک کے تیس پاروں کا نازل کرنا محض اس لئے ہے کہ اپنے بندوں کو اپنا بنانا اور مثالیں دے کر سمجھایا۔ نبیوں علیہم السلام اور ولیوں رحمۃ اللہ علیہم کو ہدایت کیلئے بھیجا کہ میرے بندے ہدایت

Marfat.com

پکڑتے ہوئے میری طرف رجوع کریں اور ورتارا کریں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کو تیس پاروں کے نازل کرنے اور نبیوں علیہم السلام کو بھیجنے کی کیا غرض تھی۔ یہی غرض تھی کہ میری طرف آؤ اور میرے نام پر خرچ کرو۔ کسی کو تکلیف نہ دو۔ چنانچہ وہ تو بے نیاز ہے۔ پھر حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا اللہ تعالیٰ سے برتاؤ تھا اور یہ اُن کا معمول تھا کہ جو کچھ آپ کے پاس ہوتا وہ خیرات کر دیتے۔ یہاں تک کہ سوتے وقت کھانے کی کوئی چیز نہ چھوڑتے۔ ایک شب سائل نے باہر سے صدا کی تو آپ نے خادمہ کو بُلا کر فرمایا کہ دیکھو کون ہے۔ جب خادمہ نے جا کر پوچھا تو سائل نے عرض کیا کہ کچھ راہِ اللہ مجھے دیں۔ میں بھوکا ہوں۔ آپ نے خادمہ سے فرمایا کہ گھر میں کوئی چیز کھانے کی ہے؟ خادمہ نے عرض کیا کہ جناب ماسوائے دس انڈوں کے اور کچھ نہیں۔ فرمایا کہ وہ انڈے سائل کو دے دے۔ خادمہ نے ایسا کیا لیکن آپ کا احساس کرتے ہوئے دس انڈوں میں سے ایک انڈہ صبح کے ناشتہ کیلئے رکھ لیا۔ کچھ وقت گزرا تھا کہ باہر سے دستک ہوئی۔ خادمہ گئی تو کیا دیکھا کہ ایک شخص سر پر ٹوکرا لیے کھڑا ہے۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا حضرت صاحب کا نذرانہ ہے۔ اس کو اندر لے جائیں۔ خادمہ سر پر ٹوکرا رکھے حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ خادمہ نے عرض کیا کہ انڈے ہیں۔ فرمایا شمار کرو۔ جب شمار کیا تو نوّے یعنی دس کم سو تھے۔ فرمایا کہ یہ دس کم کیوں ہیں سو ہونے چاہیے تھے۔ پھر آپ نے خادمہ سے دریافت کیا کہ تُو نے سائل کو کتنے انڈے دیئے تھے۔ اس نے کہا ۹ تو آپ نے فرمایا کہ تُو نے ہمارے دس انڈے کم کیے ہیں۔ ورنہ پورا سو ہوتا۔ ایک انڈہ کم دینے سے دس انڈے کم ملے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ دس دنیا میں ستر آخرت میں دوں گا۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 24

۲ کاتک ۲۰۱۴ بکرمی/۲۳ ربیع الاوّل ۱۳۷۷ ہجری/ ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۷ء بروز جمعۃ المبارک بوقت عصر آہ سرد بھری اور فرمایا کہ دنیا کہاں جا رہی ہے۔ انہیں کرنا کیا تھا اور یہ کیا کر رہے ہیں۔ ہم تمہیں بتائیں کہ نبی پاک ﷺ کے زمانہ میں ایک مسلمان و کافر میں جھگڑا ہو گیا جس پر ہر دو فریقین میں یہ طے ہوا کہ یہ فیصلہ نبی پاک ﷺ سے طے کروائیں۔ چنانچہ نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام ماجرا بیان کیا جس پر آپ ﷺ نے فیصلہ کافر کے حق میں فرمایا۔ جب ہر دو فریقین واپس ہوئے تو مسلمان نے کہا کہ یہ فیصلہ مجھے منظور نہیں۔ یہ فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کروائیں۔ کافر اس پر بھی آمادہ ہو گیا۔ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور جھگڑا بیان کیا۔ اور یہ بھی بتایا کہ اس سے پیشتر ہم اس جھگڑے کا فیصلہ جناب نبی پاک ﷺ سے بھی کرا چکے ہیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی پاک ﷺ نے فیصلہ کس کے حق میں فرمایا؟ اس پر کافر نے کہا کہ میرے حق میں۔ جو اس مسلمان کو نا منظور ہے اور آپ سے فیصلہ کروانا چاہتا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ابھی فیصلہ کرتا ہوں۔ آپ اندر تشریف لے گئے اور تلوار ہاتھ میں لیے باہر آئے۔ اس تلوار سے اس مسلمان کا سر اُتار دیا کہ لو میں تو یہ فیصلہ جانتا ہوں۔ جناب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نبی پاک ﷺ کے وقت میں آپ ﷺ کے ساتھ ایسے مسلمان بھی تھے جو با جماعت نماز گزارتے اور آپ ﷺ کے پاس رہتے لیکن زبان سے اقراری اور دل سے انکاری تھے۔ ان کو منافق کہا گیا ہے۔ بندہ نے عرض کی کہ جناب! کافر اور منافق میں کیا فرق ہے؟ آپ نے فرمایا کافر بظاہر دل اور زبان سے انکاری ہے اور منافق زبان سے اقراری اور دل سے انکاری ہوتا ہے۔ اسلیے منافق پر بظاہر تلوار چلانے کا حکم نہیں لیکن مندرجہ بالا واقعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمان کو گھاٹ اتار دیا۔ کیونکہ غیرت کا تقاضا یہی تھا کہ نبی پاک ﷺ کا فیصلہ فرمایا ہوا کیوں نا منظور کیا۔ اختتامِ کلام پر آپ نے فرمایا کہ مرید کو چاہیے کہ وہ اپنے پیر کی شکایت و شکوہ پر جان دے دے۔ یہ اُس کیلئے شہادت ہے۔ اگر نہ کر سکے تو اس کیلئے یہ بہتر ہے کہ وہ سُننے سے بھاگے۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 25

۹ کاتک ۲۰۱۳ بکرمی/ یکم ربیع الثانی ۱۳۷۷ ہجری/ ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۷ء بروز جمعۃ المبارک صبح موقعہ بجید سائیں حاضرین مجلس میں موج میں آ کر ایک ہزار روپیہ اللہ تعالیٰ کے نام پر غریبوں، بیواؤں اور یتیموں میں تقسیم کیا۔ بعد ازیں پُر درد ہو کر فرمایا کہ انسان، اللہ سے بالکل غافل ہو چکا ہے۔ یہ عبادت وخیرات وغیرہ کو بھول گیا۔ اور یہ بچپن سے یہ خیال کئے ہوئے ہے کہ میں دن بدن بڑا ہو رہا ہوں۔ اگر یہ سویا ہوا نہ ہوتا تو یہ متفکر رہتا کہ میں تو دن بدن گھٹتا جا رہا ہوں۔ یعنی موت کے قریب ہوتا جا رہا ہوں۔ اسی لئے یہ انسان اللہ تعالیٰ سے بالکل غافل ہو چکا ہے۔ عبادت و سخاوت کو بالکل بھول چکا ہے۔ اور دنیا میں اپنے آپ کو بالکل بیدار سمجھتا ہے لیکن یہ بالکل سویا ہوا ہے۔ اِسے نفسِ امارہ نے آغوش میں سُلا رکھا ہے۔ مگر ایک دن اس نے جاگنا ضرور ہے۔ وہ کونسا روز ہوگا؟ وہ روز جب اِس کے سر پر موت سوار ہو کر اِسے بالوں سے پکڑ کر جگا دے گی۔ تو پھر موت کو اپنے سامنے دیکھے گا اور سرد آہ بھرے گا۔ میں تو غفلت میں سویا پڑا تھا۔ اب بیدار ہوا۔ میں نے ساری زندگی غفلت میں گزار دی۔ اب میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ پچھتائے گا مگر وہ وقت نہ پائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے فریاد کرے گا کہ یاالٰہی مجھے ایک دفعہ پھر دنیا میں بھیج تاکہ میں تیری عبادت کروں تو اللہ تعالیٰ سے حکم ہوگا ہرگز نہیں۔ میں نے ایک دفعہ تجھے دنیا میں پیدا کرنا تھا۔ اب میں اپنا وعدہ پورا کر چکا ہوں۔

فرمایا کہ اس کو اندر والے نفس نے اِس طرح بہکا رکھا ہے کہ یہ سب کچھ تیرا ہے اور تو ہمیشہ زندہ رہے گا۔ جو کچھ تھوڑا بہت اللہ کی راہ میں دے گا وہ ضائع ہو جائے گا۔ وہ واپس نہ آئے گا۔ فرمایا شیطان اِس کیلئے آزمائش پیدا کی گئی ہے۔ جو اِس سے مقابلہ کرے اور اِس پر غالب آوے اور اللہ کی راہ میں قربان ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو بہادر فرماتا ہے۔ اسی اثنا میں حضور نے مخاطب ہو کر فرمایا کہ شیطان کے وعدے اور اللہ تعالیٰ کے وعدے تجھ کو سناؤں تو قرآن پاک کے تیسرے پارے کی یہ آیت پڑھی: اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰہُ یَعِدُکُ

Marfat.com

مَغْفِرَۃً مِّنْہُ وَ فَضْلاً وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ شیطان تم کو وعدہ دیتا ہے کہ اللہ کے رستہ میں دیتے ہوئے تم غریب ہو جاؤ گے اور بے حیائی کی طرف رجوع دیتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ تم کو وعدہ دیتا ہوں بخشش کا اور فضل کا۔ میں کشائش کرنے والا جاننے والا ہوں۔

جناب رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندے تو نے میرے ساتھ معاملہ ہی نہیں کیا۔ اگر تو میرے ساتھ معاملہ کرتا تو تجھے اس طرح رزق پہنچاتا جس کا تم کو گمان بھی نہ ہو۔ مجھ پر بھروسہ ہی نہیں۔ پھر یہ شعر پڑھا:

رام نام کی لُوٹ پڑی لُوٹا جائے تو لُوٹ

پھر پچھتاوا کیا کرے جب پران جائیں گے چھوٹ

یہ شعر پڑھ کر حاضرینِ مجلس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اب وقت ہے خبردار ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خیرات کرو۔ ورنہ آنکھیں بند کرنے کے بعد یعنی موت کے بعد کچھ نفع نہ آئے گا۔ جس مال کو تُو نے اپنا سمجھ رکھا ہے اصل میں تیرا نہیں۔ موت تیری انتظار میں ہے اور تُو اس دُنیا کے ساز و سامان کو عنقریب ہی چھوڑنے والا ہے۔ وہی تیرا ہے جو تو نے اللہ کے ہاتھ میں امانت دے دیا ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو اپنا مال میرے خزانے میں امانت کر دے۔ میں تجھ کو پورا پورا ادا کر دونگا۔ اور اس وقت جس وقت خرید و فروخت کا بازار بند ہو گا اور نہ کوئی کسی سے نیکی خرید سکے گا اور نہ کوئی نیکی کو فروخت کرے گا۔ یہاں تک کہ بہن بھائی، دوست غمخوار کوئی بھی ساتھ نہ دے گا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خیرات کرو۔ اس سے بڑی اور کوئی نیکی نہیں۔ خیرات کو ہی تمام نیکیوں پر فوقیت ہے۔ اور یہ شعر پڑھا:

بخیلِ زر بود زاھد بحر و بر

بھشتی نباشد بحکمِ خبر

یعنی کنجوس دولت رکھتا ہے جبکہ زاہد خشک و تر (پر حکومت کی دولت) اور وہ (کنجوس) حدیث کے مطابق جنتی نہیں ہے (لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَطَّاطٌ)۔

Marfat.com

فرمایا خیرات کرنے والا جب اس نفسِ پلید سے مقابلہ کرتا ہوا خیرات کر گزرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا فوراً بدلہ دیتا ہے۔ بدلہ کیا ہے کہ اس کے دل میں راحت اور فراخی آ جاتی ہے۔ تو حاضرینِ مجلس نے جناب کے اس کلام سے متاثر ہو کر جو کچھ حسبِ طاقت اُن کے پاس تھا اللہ کیلئے آپ کے سامنے رکھ دیا۔ جس پر آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا تمہارا اللہ کے راستہ میں منظور ہو چکا ہے اور آپ نے یتیم، غرباء اور مسکینوں میں تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا کہ تم نے اللہ کے راستہ میں دیا اور میں بھی اللہ کے راستہ میں اپنی گرہ سے دیتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ہرگز بھلائی کو نہیں پا سکتے جب تک اللہ کی راہ میں پیاری چیز نہ دو گے۔ فرمایا پس اللہ تعالیٰ سے بھلائی حاصل کرنے کیلئے قربانی ہی شرط ہوئی جس میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا کوئی حکم نہیں اور نہ ہی کوئی گنجائش ہے۔ پھر فرمایا کہ اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک شخص کے پاس کچھ نہیں اور وہ اللہ کی راہ میں دینے کیلئے خواہشمند ہے تو وہ کیا کرے؟ فرمایا کہ وہ اپنی جان اللہ کے رستہ میں دے دے اور اپنا ہر سانس اللہ کی یاد میں صَرف کرے۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 26

۱۵ کاتک ۲۰۱۳ بکرمی/ ۷ ربیع الثانی ۱۳۷۷ ہجری/ ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۷ء بروز جمعرات بوقتِ عصر بموقع کوثر آباد سید اقبال شاہ صاحب، جناب حضور کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے جبکہ آپ نے قانونگو سید شیر شاہ کو ملنے کیلئے بلوایا تھا تو عقیدت کے متعلق کلام شروع ہوئی۔ فرمایا عقیدہ بنیاد ہے اور اس بنیاد پر ہی مکان تعمیر ہوتا ہے۔ فرمایا ہم اس لئے ملنے سے گریز کرتے ہیں کہ لوگ دنیاوی خواہشات لیے آتے ہیں۔ اللہ کی خواہش کیلئے کوئی نہیں آتا۔ یہ کتنی گستاخی کی بات کہ اللہ کو چھوڑ کر دنیا چاہے۔ جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ ''فیضِ سبحانی'' میں فرماتے ہیں کہ یہ غیرت کا تقاضا نہیں کہ تُو بے مراد ہو جاتا۔ کہ تو مراد کو پہنچ جائے اگر تو اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگتا ہے تو اس سے اللہ ہی مانگ۔ اور فرمایا کہ اگر تو اللہ سے دعا کرتا ہے تو اس طرح کر کہ یا الٰہی تو مجھے اپنا بنا لے اور تو میرا ہو جا۔ جس طرح تو بہتری چاہتا ہے۔ میں اپنی بہتری کو نہیں جانتا۔ فرمایا جب تو اللہ کا ہو جائے گا تو اللہ تیرا ہو جائے گا۔ تو باقی کونسی چیز ایسی ہے جو تجھ سے دور رہے گی۔ پھر فرمایا عقیدت کے بارے میں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب رضی اللہ عنہم افضل و مقبول تھے۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب پر فضیلت ہے۔ کیونکہ آپ نے بغیر کسی تبلیغ و معجزہ دیکھے فرمایا آمَنَّا وَصَدَّقْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فوراً ایمان لائے اور حضوری میں منظوری پائی۔ فرمایا حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ مبارک کافر شوق سے سنتے اور کہتے یا محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی باتیں ہمیں بہت پسند ہیں۔ اسلئے ہم سننے آتے ہیں لیکن ہم جب بھی آتے ہیں آپ اپنے مذہب کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا حکم ہے کہ وہ اللہ کی طرف دعوت دے اور تبلیغ کر کے عقدہ کشائی کرے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کافر پر سوال کیا کہ تمہارے خیال کے نزدیک پیدا کرنے والا کوئی نہیں؟ یعنی میں بھی تمہارے خیال کے مطابق مان لیتا ہوں کہ خدا کوئی نہیں اور کوئی کسی کے پوچھنے والا ہی نہیں خواہ کوئی نیکی پر ہو یا برائی پر۔ ذرا میرے اس سوال کو عقل کے سامنے رکھ کر جواب دینا ہوگا کہ اگر ہمارے مذہب اور خیال کے مطابق خدا ثابت ہو جائے کہ جس کے قبضہ میں ہماری تمہاری جان ہے تو پھر تم کیا کرو گے؟ جس پر کافر کی آنکھ کھل گئی بولا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عقدہ کشائی ہوگئی ہے اور میں مسلمان ہوتا ہوں۔ مجھے اپنے دین میں شامل کرلو۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 27

۲۰ ماہ کاتک ۲۰۱۴ بکرمی/۱۲ ماہ ربیع الثانی ۱۳۷۷ ہجری/۵ نومبر ۱۹۵۷ء بروز منگل مجلس میں یہ شعر پڑھا

ناز والے نیاز کیا جانیں
سوز یہ کینہ ساز کیا جانیں

پھر یہ مصرع پڑھا۔ ''محمود پھر بنے گا پہلے ایاز ہوجا''[1]۔ آپ نے تمام شعروں کی شرح فرمائی کہ یہ جو مصرع ہے کہ محمود پھر بنے گا پہلے ایاز ہوجا اس کے لفظی معنی یہ ہیں کہ پہلے ایاز کی طرح وفادار غلام بن کر وفاداری کر۔ تاکہ محمود کی میز پر کھڑا ہونے کے لائق ہوجائے۔ مزید فرمایا کہ تم نے محمود وایاز کا واقعہ سُنا ہوگا۔ ایاز ایک غریب آدمی تھا جو گھاس کھود کر محمود کے گھوڑوں کو ڈالتا۔ محمود اس کی نیک نیتی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کو اپنی مملکت کا وزیرِ اعلیٰ بنادیا۔ واضح رہے کہ محمود اس کی نیک نیتی اور وفاداری پر عاشق ہوگیا۔ یہاں تک کہ اپنا شاہی لباس ایاز کو پہنا دیتا۔ اور دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا۔ اس پر بادشاہ کے دوسرے وزراء اور رفقاء میں ایاز کا حسد بڑھ گیا اور ایاز میں ترقی کے ساتھ ساتھ گرنے کا خوف بڑھتا۔ اس پر ایاز نے ایک صندوق لیا جس پر اپنا پہلا لباس، خستہ حال جوتا اور وہ کُھرپہ جس سے گھاس کھودا کرتا تھا رکھ دیا۔ اور جب فرصت پاتا صندوق کھول کر اپنی غریبی کے زمانے کے سامان کو دیکھتا اور اپنے نفس کو ہدایت کرتا کہ اُس ابتدائی حالت کو نہ بھول بیٹھنا کہ اب میں وزیرِ اعلیٰ ہوگیا ہوں۔ القصہ ایاز نے ہر روز اپنے ابتدائی حالات سے نفس کو بیدار رکھنا اپنا معمول بنایا ہوا تھا ایک روز حاسد وزیر نے محمود سے عرض کیا کہ بادشاہ

---

(۱)۔

یا دل کسی کو دے دے یا دل نواز ہوجا
آواز دینے والے تفسیرِ راز ہوجا

گو ہاتھ پا لیا ہے اب دامنِ محبت
دل نذرِ ناز کردے اور بے نیاز ہوجا

فطرت کا ہی نتیجہ خود آپ دیکھ لیں گے
محمود پھر بنے گا پہلے ایاز ہوجا

Marfat.com

سلامت تو نے ایاز کو تو اختیارات سونپے ہیں مگر ایاز نے تو صندوق میں نہ معلوم کیا کچھ چھپا رکھا ہے جسے ہر روز دیکھتا ہے اور سنبھالتا ہے۔ بادشاہ نے ایاز کو بُلایا اور صندوق لانے کا حکم دیا۔ جب ایاز صندوق لایا اور کھولا تو اس میں پھٹے پرانے کپڑے، ٹوٹی پھوٹی جوتی اور ایک گھاس کھودنے والا کھرپا پایا جس پر محمود حیران و دیگر حاسد شرمسار تھے۔ محمود نے پوچھا ایاز ایسا کیوں کیا؟ عرض کی کہ حضور کی الفت و شفقت نے ایسا کرایا۔ یہ صرف میں نے اپنے نفس کو خبردار رکھنے کا طریقہ سوچا ہے جس سے میں اپنے نفس کو دکھاتا ہوں کہ اپنے آقا کی مہربانی کا بدلہ غداری سے نہ ہو ورنہ تو اس عروج سے گر کر یہی لباس پہننے اور گھاس کھودنے پر مجبور ہو جائے گا۔ جس پر محمود بہت ہی خوش ہوا

ایک روز محمود نے خربوزے اور کچھ تُمّے منگوائے۔ ہر اہل کار میں ایک ایک کر کے تقسیم کر دیئے۔ سب کھانے لگے۔ پھر تُمّے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے بانٹ دیئے۔ جسے ملتا وہ منہ میں ڈالتا اور تھوک دیتا۔ اِسی طرح سب نے کیا۔ کیونکہ تُمّہ کڑوا ہوتا ہے۔ کون کھاتا۔ جب ایاز کی باری آئی تو خندہ پیشانی سے کھا گیا۔ محمود نے ایاز سے سوال کیا کہ تم نے اس کڑوے کو کیوں کھایا ہے۔ ایاز نے کہا کہ آپ کی مہربانی سے کچھ ملے اور میں تھوک دوں تو یہ ایک گستاخی ہے۔ جس پر سب شرمندہ ہوئے اور محمود خوش ہوا۔ اسی طرح محمود نے تمام اہل کاروں کو ایک تالاب میں مع لباس غوطہ لگانے کیلئے حکم دیا اور ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ کپڑے نہ بھیگنے پائیں۔ چنانچہ جو بھی غوطہ لگاتا کپڑے بھیگ جاتے۔ سب کے سب کپڑے بھگو کر باہر آئے۔ تو محمود نے سوال کیا کہ تمہیں یہ کہا تھا کہ کپڑے مت بھیگنے دیں۔ جس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ یہ حضور کے فرمان میں ہی قصور ہے۔ بھلا پانی میں غوطہ لگانے سے یہ کپڑے کیونکر خشک رہتے۔ جب ایاز سے پوچھا تو ایاز نے کہا کہ حضور آپ کا حکم صحیح ہے۔ مگر یہ میرا قصور ہے کہ میں کپڑے بھگو بیٹھا۔ معافی کا خواستگار ہوں۔ آپ معاف فرمائیں[1]۔ محمود نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دیکھو بے شک میرا قصور تھا لیکن ایاز نے میرا قصور بھی اپنے ذمے لے لیا۔ اسلئے یہ سبسے

---

(۱)۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

دو چار دن کی زندگی مستعار ہے — کیا اعتبار ہے، یہ بے اعتبار ہے
ممکن نہیں ہے رشتۂ الفت کا ٹوٹنا — یہ یار کی قسم ہے نہ پیمانِ یار ہے
حاضر ہوں خواہ قتل کرو، خواہ بخش دو — میرے بُرے بھلے کا تمہیں اختیار ہے

Marfat.com

افضل ومقبول ہے۔ فرمایا اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو جنت میں ہمیشہ رہنے اور کھانے پینے کی اجازت فرمائی۔ لیکن ایک شجر کے نزدیک جانے سے منع فرمایا لیکن حضرت آدم علیہ السلام حکمِ الٰہی کے خلاف اس شجر کا پھل کھا بیٹھے جسے گندم کہتے ہیں۔ تو پاخانہ کی حاجت ہوئی۔ گندم سے پہلے جو بھی کھاتے تھے لیکن حاجت نہ ہوتی تھی۔ یہ گندم ہی میں فضلہ موجود تھا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے بہشت سے نکال کر زمین پر رہنے کا حکم دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے سوال کیا کہ تجھے منع نہ کیا تھا کہ اس شجر سے باز رہنا؟ تو آدم علیہ السلام نے عرض کی رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۔ یا الٰہی بخش دے بے شک ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر۔ اگر آپ نہ بخشیں گے تو ہم نقصان پانے والے ہیں۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفہ آدم علیہ السلام کو تمام علم دے دیا کہ میں نے تجھ سے اپنا محبوب آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کرنا ہے۔ جب آدم علیہ السلام نے یہ قصور اپنے ذمے لیا تو اللہ پاک نے فرمایا یہ تو میرا فضل ومنشاء ہے۔ تُو کہتا ہے کہ میرا قصور ہے۔ تو آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ یا الٰہی اگرچہ میں جانتا ہوں لیکن مجھے ادب اجازت نہیں دیتا کہ میں یہ دھبہ خدا تعالیٰ کی منزہ ذات پر لگاؤں۔ پھر حضور پُرنور نے فرمایا کہ بے شک جو کچھ ہوا یہ اللہ تعالیٰ کی منشاء ہے۔ ظاہر تو منع فرمایا لیکن منشاء میں سب کچھ ظاہر کر دیا یعنی مخلوق کا خالق ہونا منظور تھا بس اللہ بادشاہ ہے انسان اس کا وزیر ہے۔ جب انسان صدق سے وفادار بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی درگاہِ اقدس میں عاجزی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے محمود وایاز کی طرح اپنا لباس پہنا کر خوش ہوتا ہے۔ فرمایا یہ ایک نقطہ کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ادب وعاجزی بہت ہی پسند ہے اور فرمایا کہ حضرت لقمان علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں تھے۔ تو حضرت لقمان علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے سوال کیا کہ یا حضرت اگر آسمان کمان اور سب شجر کے تیر بن جائیں اور اللہ تعالیٰ یہ سب اپنی مخلوق پر استعمال کرے تو پھر انسان کیا کرے؟ تو جواب میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑے(۱) ۔ یہ جواب سُنتے ہی

---

(۱)۔ مولانا غلام رسول عالم پوری فرماتے ہیں

گھول پیالے زہروں والے مستی چڑھے سوائی
وچ تیغ پڑھیں بسم اللہ آکھیں ایہہ محبوب لگائی

Marfat.com

حضرت لقمان علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک صحیح جواب فرمایا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی دانائی وحکمت ہے اور کسی کو طاقت نہیں کہ میرے اس سوال کا جواب دے۔ فرمایا ایک دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ اے موسیٰ! میرے پاس وہ چیز لا جو میرے پاس نہ ہو اور میں تجھے وہ چیز دوں گا جو تیرے پاس نہ ہوگی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا الٰہی! تیرے خزانوں میں کونسی کمی ہے جو میں لاؤں۔ تُو تو غنیوں کا غنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے پاس عاجزی نہیں اور تیرے پاس میرا دیدار نہیں۔ جب تو عاجزی لائے گا تو اس کے عوض میں اپنا دیدار بخشوں گا۔ میں تو کبریائی والا ہوں۔ میرے پاس عاجزی نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کر کے انسان مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہو۔ عاجزی قہر وغضب کو مٹا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے غصے کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ پھر آپ نے کتے کی مثال فرمائی جب کسی گاؤں کے کتے کسی دوسرے گاؤں کے کتے کو دیکھتے ہیں تو وہ بڑے قہر وغضب سے کاٹ کھانے کو دوڑتے ہیں۔ وہ اکیلا کتا ان کو دیکھ کر کیا کرتا ہے۔ بیٹھ کر لیٹ جاتا ہے اور دم ہلا کر عاجزی ظاہر کرتا ہے جس پر اُن کی نارِ عتاب سرد ہو جاتی ہے۔ اور واپس لوٹتے ہیں۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 28

۳ مگھر ۲۰۱۳ بکرمی/ ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۷۷ ہجری/ ۱۸ نومبر ۱۹۵۷ء بروز سوموار فرمایا کہ قلب کیا ہے؟ قلب کے معنی دم بھرنے کے ہیں۔ جو سیکنڈ میں کئی دفعہ پھرتا ہے۔ مثلاً انسان کے دل میں خیال آیا کہ ایسا کروں، فوراً قلب پھرا کہ ایسا نہ کرو یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں مقابلہ پیدا کردیا ہے اور ان ہر دو خیال کا آپس میں مقابلہ ہر وقت جاری رہتا ہے۔ نیکی کا خیال آجائے تو فوراً ہی بالمقابل برائی کا خیال آجاتا ہے۔ برائی کا خیال آئے تو فوراً نیکی کا خیال بھی آتا ہے۔ اسی مقابلہ سے کامل انسان بن کر مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نفسِ شیطان سے آزمایا ہے۔ کہ دیکھوں کہ یہ اپنے نفس پر غالب ہو کر میری طرف رجوع کرتا ہے یا نہیں۔ جو شخص اپنے نفس کی مخالفت کر کے یعنی اُس پر سوار ہو کر نفس کو اللہ کی راہ پر دہرائے تو اللہ تعالیٰ اس کو فرشتوں میں فخر کرتا ہے دیکھو یہ میرا بندہ بہادر ہے۔ جو میری خاطر تمام نفسانی خواہشوں کو ترک کر کے میری طرف لوٹا ہے۔ فرمایا کہ حدیثِ قدسی کا ترجمہ ہے کہ میں نے انسان کو ایک چیز بخشی ہے جو نہ جبرائیل علیہ السلام نہ میکائیل علیہ السلام کو۔ وہ محبت ہے۔ ایسی حضوری والے فرشتے جن کو محبت عطا نہیں تو پھر انسان کتنا ہی افضل ہوگا۔ کہ ایسے فرشتے بھی انسان کی نوکری کرتے ہیں۔ انسان کو بڑا رتبہ عطا ہوا ہے۔ حدیثِ قُدسی میں ہے اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ یعنی انسان میرا بھید ہے اور میں انسان کا بھید ہوں۔ پھر آپ نے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار پڑھے :

گفتہ او گفتہ اللّٰہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللّٰہ بود
اولیاء اللّٰہ واللّٰہ اولیاء
ہیچ فرقِ درمیان نبود روا

یعنی ان کا کہا ہوا اللہ کا ہی کہا ہے اگرچہ وہ اللہ کے بندوں کے حلق سے ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ کے اولیاء اور اولیاء کا اللہ، ان کے درمیان تو تفریق جائز نہیں ہے۔

فرمایا اللہ پاک فرماتے ہیں: وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ یعنی پھونکی میں نے آدم علیہ السلام میں اپنی روح۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 29

۱۴ ماہ مگھر ۲۰۱۳ بکرمی/ ٦ جمادی الاوّل ۱۳۷۷ ہجری/ ۲۹ نومبر ۱۹۵۷ء بروز جمعۃ المبارک فرمایا

:اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ خبردار بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم۔ بندہ نے عرض کیا کہ جناب! وہابی کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ بھی ہماری طرح بشر ہیں۔آپ نے فرمایا کہ یہ اندھے ہیں۔اور اندھے اس چیز سے اندھے رہے کہ نبی پاک ﷺ کی حالتیں کتنی تھیں۔فرمایا جیسا کہ شیعہ لفظ ٹولا مشرکین پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔شیعہ مذہب والے قرآن شریف بھی پڑھتے ہیں لیکن اس چیز پر غور کرنے سے اندھے ہیں۔تو بندہ نے عرض کیا کہ جناب ذاتِ پاک کا یہ بڑا کمال ہے۔فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں سب کچھ لکھ دیا ہے جسے ہر ایک پڑھ سکتا ہے اور پڑھتے ہیں۔لیکن ان کی عقل پر ذاتِ پاک نے پردہ ڈال دیا ہے۔وہ اس سے یونہی گزر جاتے ہیں۔ذاتِ حق اُن کا اس پر دھیان ہی نہیں ہونے دیتی۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ میں تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں مجھے دیکھتے ہی نہیں۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا اور یہ اس پر دھیان ہی نہیں دیتے۔پھر فرمایا کہ اللہ پاک کے ہونے کی ہمیں کس طرح خبر ہوئی۔آدم علیہ السلام نے ہمیں اللہ تعالیٰ سے خبردار فرمایا تو ہم نے اللہ تعالیٰ کو اس کی صفات سے پہچانا۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 30

۱۶ مگھر ۲۰۱۴ بکرمی / ۸ جمادی الاوّل ۱۳۷۷ ہجری / یکم دسمبر ۱۹۵۷ء بروز اتوار بوقت ظہر جناب حضرت آدم علیہ السلام کا شجرہ شریف لیے مطالعہ کر رہے تھے کہ ذکر نسب نامہ کا ہوا تو فرمایا میرے پردادا صاحب کے والد نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ تیری برأت دہلی میں ایک بزرگ کے پاس ہے۔ ہمارا اصلی وطن بغداد شریف ہے۔ تو پردادا صاحب حسب الحکم بغداد شہر سے دہلی آ پہنچے۔ جب آپ کی کچھ شہرت ہوئی تو وہاں کے سیدوں نے حسد کرتے ہوئے آپ سے سید ہونے کا ثبوت مانگا۔ کہ تم اپنا نسبی شجرہ دکھاؤ۔ جس پر پردادا صاحب نے فرمایا کہ میں تو یہاں اللہ تعالیٰ کو پانے کیلئے آیا ہوں نہ کہ اپنا شجرہ دکھانے کیلئے۔ اگر آپ کو شوق ہے تو میرے ساتھ بغداد شریف میں چلو۔ وہاں تمہیں دکھاؤں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں کیا غرض ہے کہ بغداد جائیں۔ تم جاؤ اور لا کر دکھاؤ۔ جس پر پردادا صاحب کو جوش آ گیا اور فرمایا اگر تمہیں میرے سید ہونے کا شبہ ہے اور تم اپنے آپ کو سید کہتے ہو تو اس کرسی پر بیٹھ کر دکھاؤ میں تمہیں دیکھوں کہ تم کیسے خاندانی سید ہو۔ اتنا سنتے ہی کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ پردادا صاحب کی کرسی پر بیٹھیں۔ ڈر گئے کہ کیا پتہ ہم سید کہلاتے ہیں شاید پردہ فاش ہو جائے ہم سید ہیں بھی یا نہیں۔ سب کے سب شرمندہ ہو کر کھسک گئے۔

فرمایا اسی طرح کئی پیروں نے مخالفت کی جس پر انہیں شرمندگی اُٹھانی پڑی۔ یہ گدیوں والے شروع سے ہی ہمارے مخالف ہیں۔ اسلئے کہ بابا سائیں کے قدموں پر اللہ تعالیٰ نے مشرق سے مغرب تک دنیا نثار کر دی۔ انہوں نے ان سیّدوں کی۔ مرح بھیک نہ مانگی۔ یہ سب سید اپنے ادنیٰ سے ادنیٰ مرید کے ہاں جا کر بھیک مانگتے ہیں۔ اسی لئے حسد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ سید نہیں جو اپنے مریدوں کے ہاں نہیں جاتے۔ پھر فرمایا جب ان کو اللہ تعالیٰ نے یہ سر دردی دی ہی نہیں تو اس مانگت نے بھیک ہی مانگنا ہے۔ یہ بھیک مانگتے اور زناء، چوری کرتے بھی سید ہیں اور فخر کرتے ہیں کہ ہم سیّد ہیں۔ اگر کوئی سیدوں کے برابر بیٹھ جائے تو اُسے گنہگار کہتے ہیں۔ فرمایا ذرا غور کرنا اور بات کو اپنے دل میں بٹھانا کہ تمہیں آج امتی اور سید کا فرق معلوم ہو جائے کہ حدیث شریف ہے کہ جناب رسولِ مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ جو میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے ہے اور جو میری پیروی نہ کریگا وہ مجھ سے نہیں۔ اگرچہ نسل میں سے کیوں نہ ہو۔ فرمایا بس آپ ﷺ نے کسی کا

فخر نہ رہنے دیا۔ چونکہ جب پیروی کرنے والا آپ ﷺ سے ہے تو کیا وہ سید نہ ہوا خواہ مصلی یا نائی یا جولاہا ہو اور آپ ﷺ کی پیروی نہ کرنے والا آپ ﷺ سے دور یعنی علیحدہ ہوا۔

کیا پھر وہ سید ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔ آپ ﷺ کے اس فیصلہ نے سیدوں کا فخر خاک میں ملا دیا۔ فرمایا سردار کے معنی سید ہیں۔ جیسا کہ نبی پاک سید المرسلین ﷺ ہیں۔ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ یعنی میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور میں فخر نہیں کرتا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ نبی پاک ﷺ اسلیے تمام نبیوں کے سردار ہیں کہ سب کے سب نبی کسی نہ کسی سہواً خطا سے شرمسار ہیں اور رسولِ پاک ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے کوئی خطا نہیں ہونے دی۔ اسلیے سید المرسلین ﷺ ہوئے۔ یہ سیّد دن دہاڑے گناہ کرتے ہوئے بھی سید ہیں۔ حقیقت میں یہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے دور ہو چکے ہیں۔ اللہ پاک فرماتے ہیں لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً کہ مجھے سوہنے عمل پسند ہیں۔ اس آیت شریف سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذات پات کو کوئی اہمیت حاصل نہیں۔ اچھے اعمال سے ہی کچھ حاصل ہے۔ ورنہ جہنم سے واصل ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اگر اونچی ذات کو دخل ہوتا تو ہندو وغیرہ اللہ تعالیٰ سے نہ مل سکتے۔ جو اللہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل کریں وہ مقبول ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کہ تابعداری کرو اللہ کی اور رسول ﷺ کی۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ اِس فرمان پر جو پیروی کرے وہ سید ہیں خواہ وہ نائی یا ترکھان یا موچی ہوں[1]۔ فرمایا کہ اگر نبی کی نسل بغیر نبی کی پیروی یعنی تابعداری کرنے سے کوئی اہمیت رکھتی تو حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان کافر ہو کر غرقِ طوفان نہ ہوتا۔ یا آدم علیہ السلام کی تمام اولاد مقبول بارگاہِ الٰہی ہوتی۔ فرمایا یہ جو قوم بنی ہوئی ہے محض پہچان کیلئے ہے۔ جب اِس کے سر پر موت آ جائیگی تو ذات پات یہیں کی یہیں رہ جائیگی۔ اور نیک اعمال پر خلاصی ہوگی۔ پھر آپ نے بندہ کو بلایا اور وہ کتاب جس

---

(۱)۔

ہر کہ عاشق شد جمالِ ذات را
اوست سید جملہ موجودات را

یعنی ہر وہ بندہ جو کہ اللہ کی ذات کا عاشق ہو گیا وہ تمام موجودات عالم کا سردار بن گیا۔

نظر جنہاں دی کیمیا ہووے سونا کردے وٹ
ذاتاں دتیاں رب دیاں کیا سید کیا جٹ

Marfat.com

پر آدم علیہ السلام سے تمام انبیاء علیہم السلام و اولیاء رضی اللہ عنہم کا شمار ہے، پڑھنے کو کہا۔ بندہ نے حسب ارشاد شجرہ شریف پڑھا۔ جب حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر آیا تو فرمایا کہ نوح علیہ السلام کا اصل نام کچھ اور ہے۔ نوح علیہ السلام کے معنی رونے کے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت نوح علیہ السلام کہیں جا رہے تھے راستے میں ایک مردار بد بو چھوڑے ہوئے پایا جس کی بُو سے آپ کو سخت کراہت ہوئی۔ اور آپ نے ناک بند کر کے تھوک دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس مردار کو جان دیدی۔ اور وہ مردار کہنے لگا کہ تُو نے مجھ سے کراہت کی ہے۔ اگر تجھے اللہ تبارک و تعالیٰ ایسا کر دے تو پھر کیا کرے گا۔ جس پر حضرت نوح علیہ السلام کے دل پر ایک چوٹ آ گئی جس کے درد سے اکثر روتے تھے۔ اس لئے بھی آپ کو نوح علیہ السلام پکارا گیا۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 31

۱۸ مگھر ۲۰۱۳ بکرمی/ ۱۰ جمادی الاوّل ۱۳۷۷ ہجری/ ۳ دسمبر ۱۹۵۷ء بروز منگل بوقت عصر بموقعہ بجید سائیں فرمایا کہ دنیا ہی دوزخ ہے۔ جو اس میں پڑا وہی جل گیا۔ اس لیے اللہ کے بندے بچتے ہیں اور نفرت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ حج کو گئے اور جب واپس آئے تو آپ جس شہر میں رہتے تھے اس شہر کے لوگ اور عام مخلوق آپ کے استقبال کیلئے شہر سے باہر آئے۔ جب آپ نے مخلوق کو دیکھا تو سوچا کہ اب کس طرح مخلوق سے بچیں۔ آپ نے کیا کہ جس طرف سے مخلوق آ رہی تھی اسی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے اور سمیت شلوار کے پیشاب کرنے لگے۔ جب مخلوق نے یہ حالت دیکھی تو کہنے لگے کہ اسے تو اپنے کپڑوں کی بھی تمیز نہیں۔ یہ کیا حاجی ہے کہ اپنے کپڑے بھی پیشاب سے ناپاک کر دیئے۔ لہٰذا سب منہ پھیر کر واپس چلے گئے تو آپ اپنے خادم کو کہنے لگے کہ کپڑے تو پھر پاک کر لیں گے کوئی بات نہیں دیکھا کہ اتنی مخلوق کو پیشاب کی چھینٹوں سے دفعہ کیا۔

پھر جناب نے فرمایا کہ فقراء کا اپنا اپنا حال ہوتا ہے۔ ایک ولی اللہ کسی ولی اللہ کو ملنے گیا جب اس شہر میں پہنچا جس میں وہ رہتا تھا۔ دیکھا تو ایک جگہ بہت سی مخلوق جمع ہوئی کھڑی ہے۔ پوچھا کہ یہ لوگ کیوں کھڑے ہیں؟ لوگوں نے کہا یہاں ایک فقیر رہتا تھا وہ فوت ہو گیا ہے۔ اس کا جنازہ کر رہے ہیں۔ تو آپ بھی جنازہ میں جا ملے۔ جب جنازہ ہو گیا تو جو فقیر ملنے گیا تھا وہ آگے ہو کر اس فقیر کو کہنے لگا جس کا جنازہ کیا تھا کہ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تو نے مخلوق سے اتنا لگاؤ رکھا تو میں تجھے ملنے ہی نہ آتا۔ دیکھو وہ بھی فقیر اور یہ بھی فقیر دونوں کا حال جدا جدا ہے۔ پھر فرمایا کہ فقیر کا ہر گھڑی نیا حال ہوتا ہے۔ ایک ولی اللہ کا ذکر ہے کہ وہ اکیلا بیٹھا تھا اور ایک شخص آ کر کہنے لگا کہ فقیر سائیں آج تو اکیلے بیٹھے ہو تو فقیر صاحب نے جواب دیا کہ پہلے تو اکیلا نہیں تھا۔ اب تیرے آنے پر اکیلا ہو گیا ہوں۔

فرمایا ایک اور فقیر کا ذکر ہے کہ وہ بیٹھا تھا اور ایک شخص نے سوال کیا کہ فقیر سائیں دعا کرو کہ

Marfat.com

میرے پاس کوئی اولاد نہیں۔ فقیر نے آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ لوحِ محفوظ پر تیری قسمت میں کوئی لکھا ہوا ہی نہیں۔ اس شخص نے کہا کہ اگر لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا ہوتا تو وہ مجھے مل جاتا۔ یہ کہہ کر وہ چل پڑا۔ اسی وقت فقیر صاحب نے کہا کہ آ تمہیں لڑکا دوں۔ اور کہا کہ تیری قسمت میں تو لڑکا کوئی نہیں ہے اور میری پشت میں ایک لڑکا ہے وہ تمہیں بخش دیا۔ جناب نے فرمایا کہ دادا پاک سائیں موج دریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ساری عمر جنگلوں اور جزیروں میں گزاری اور حضرت سائیں فتح پور شریف والوں رحمۃ اللہ علیہ نے منبر پر بیٹھ کر وعظ کیا۔ دیکھو جنگل کہاں اور منبر پر کھڑے ہونا کہاں۔ زمین، آسمان کا فرق ہے۔ فرمایا جنہوں نے جنگلوں میں گزار دی وہ تو آرام سے رہے اور جو منبر پر وعظ کرتے رہے وہ ہائے ہائے کرتے گئے۔

فرمایا حضور پُر نور حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جو نورٌ علیٰ نور تھے وہ بھی کبھی کبھی مکان میں داخل ہو کر پندرہ پندرہ روز دروازہ بند کر لیتے اور باہر نہ نکلتے اور اصحاب دیدار کو تڑپتے رہتے۔ فرمایا حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین حالتیں تھیں۔ ایک حالت تو بشری تھی، دوسری مَلکی اور تیسری حقی تھی۔ جناب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ (الحدیث) یعنی میرا اور اللہ کا ایک ایسا وقت مقررہ ہے جس میں نہ ہی کوئی مقرب فرشتہ اور نہ کوئی نبی مرسل داخل ہو سکتا ہے [1]۔ اسی طرح اولیاء اللہ کا اللہ کے ساتھ وقت مقرر ہوتا ہے [2]۔

---

(۱)۔

فرشتہ گرچہ دارد قربِ درگاہ نگنجد در مقامِ لِیْ مَعَ اللّٰہ

یعنی فرشتہ اگرچہ قربِ الٰہی رکھتا ہے مگر وہ مقامِ لِیْ مَعَ اللّٰہ نہیں پا سکتا۔

لِیْ مَعَ اللّٰہ شان خود فرمودہ ای من ندانم بندہ ای یا حق تونی

یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لِیْ مَعَ اللّٰہ کی شان کا آپ نے خود فرمایا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ آپ بندہ ہیں یا حق ہی آپ ہیں۔

(۲)۔

میانِ عاشق و معشوق رمزیست کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

یعنی عاشق اور معشوق کے درمیان وہ راز ہیں کہ کراماً کاتبین کو بھی ان کی خبر نہیں۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 32

۲۳ مگھر ۲۰۱۳ بکرمی/ ۱۵ جمادی الاوّل ۱۳۷۷ ہجری/ ۸ دسمبر ۱۹۵۷ء بروز اتوار بوقت ظہر فرمایا۔ دنیا داروں سے میل ملاپ کرنے سے درویش کو نقصان ہوتا ہے۔ یہ ایک درویش کیلئے مصیبت ہے اور سخت نقصان دہ بھی ہے۔ کہ درویش کو یکسوئی میں چہرہ ملا کر اوپر سے کوئی ملنے والا خلل انداز ہوا لیکن ذات پاک نے اپنے بندے کو صبرِ جمیل عطا فرمایا جس پر صبر کر کے پھر اپنے کھوئے ہوئے وقت کے واپس آنے کی انتظار کرتے ہیں۔ فیضِ سبحانی میں جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کے اس میل جول سے زخم ہو جاتے ہیں جس پر ہمیشہ پٹی باندھے رہتے ہیں اور اوپر لباس پہنے ہوئے ہیں لیکن اس خسارہ کو اولیاء اللہ خندہ پیشانی سے برداشت نہیں کرتے اگرچہ مصائب و نقصانات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں۔ غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبوت، ولایت، غوثیت، قطبیت مصیبتوں کی جڑ ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس میل ملاپ کو کسی اولیاء اللہ نے خندہ پیشانی سے برداشت نہیں کیا کہ اولیاء اللہ جنگلوں اور بیابانوں اور ریگستانوں اور غاروں میں جا چھپے۔ ورنہ اجاڑوں اور غاروں میں جانیکی کیا ضرورت تھی۔ نہیں یہ نقصان گوارہ نہیں کر سکتے تھے۔ یہ ملنے والے جو اغراض کی لگام سے جھکے ہوئے آتے ہیں ان کا مقصد محض دنیا ہے۔ ہم سائیں فتح پور شریف والوں سے جھگڑتے تھے کہ آپ کیوں عوام میں فیض سبحانی پڑھتے اور کافی وقت بیٹھتے ہیں۔ جس پر آپ نے جواب دیا کہ سچ پوچھو تو ہم فیضِ سبحانی کو اپنے چہرے کا سہارا بنائے ہوئے بیٹھے ہیں کہ بات تو اپنے دوست سے ہی رہی۔ اور سننے والوں کا مُنہ بند رہا۔ اِسی طرح جب سائیں فتح پور شریف والے گھر آتے تو دونوں ہاتھوں سے اپنے منہ کو سہارا دیکر بیٹھتے اور مغموم رہتے اور آہیں لیتے اور میری طرف رُخ مبارک کرتے ہوئے فرماتے کہ کیا کریں باہر آدمیوں سے آسائش نہیں اور اندر گھر میں عورتوں سے خیر نہیں۔ جاؤں کہاں؟ وقت ہاتھ نہیں لگتا۔ پھر فرماتے کہ ہمیں شروع سے ہی تنہائی پسند ہے۔ بچپن میں ہی کسی مکان میں جا چُھپتے اور دس دس دن گھر ہی نہ آتے۔ بعض دفعہ سائیں فتح پور شریف والے فرماتے کہ ''او بیلیا''

Marfat.com

دل تو میرا بھی یہی چاہتا ہے مگر کیا کریں بات تو ہاتھوں سے گئی۔ فرمایا کہ ایک درویش وجد میں تھے کہ جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ نے سرد آہ بھری کہ کبھی میں بھی یہ لُوٹ لُوٹا تھا۔ ثابت ہوا کہ آپ سے یہ چیز بند کردی گئی ہے تا کہ آپ مخلوق کی رہبری فرمادیں۔ جیسا کہ غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے تقدیر نے پر کُترڈالے اور میں تم میں بٹھایا گیا۔ ورنہ تم کہاں اور میں کہاں یعنی آپ کو اللہ تعالیٰ کیہ مرف رہبری کرنا تھا۔ جس وجہ سے آپ کو ان لوگوں میں بیٹھنا پڑا۔ فرمایا کہ ولی لاکھوں ہوتے ہیں اور متکلم کوئی ایک ہوتا ہے کہ لاکھوں میں تو کوئی ہے نہیں کروڑوں میں کوئی ایک۔ بندہ نے سوال کیا کہ جناب اِن میں فضیلت کس کو ہے؟ فرمایا کہ تو اندازہ لگالے۔ کہ ان کو بھی اللہ کا دیدار ہے لیکن متکلم کو بھی لیکن ان کو کلام کرنے کی گویائی حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبانوں کو بند کردیا اور متکلم کو کلام کرنے کی گویائی بخش دی تا کہ میرے بندوں کی رہبری کریں۔ اللہ تعالیٰ سے ان کو عطیہ ہوتا ہے۔ درویش کی ابتداء تلخ اور انتہا شیریں یعنی ابتدا میں انسان کو ہزاروں مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جیسا کہ ابتدا میں کچّا پھل تلخ و ترش ہوتا ہے اور انتہا میں شیریں۔ نانویں پارے میں اللہ تعالیٰ وجد کی تعریف فرماتے ہیں اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ (پ۹، ع۱۵) یعنی ایمان والے وہ لوگ ہیں کہ جب سنتے ہیں ذکر اللہ تعالیٰ کا تڑپتے ہیں یعنی مسرور ہوتے ہیں دِل اُن کے۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 33

۲۲ مانہمہ/ ماگھ ۲۰۱۴ بکرمی/ ۱۳ ماہِ رجب ۱۳۷۷ ہجری/ ۳ فروری ۱۹۵۸ء بروز سوموار صبح

فرمایا کہ سید مہر شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ دربار والوں کو ہمیشہ کہتے کہ آج وقت ہے کہ آپ کوئی جائداد ضرور بنالیں۔ بابا سائیں ہنس کر چپ ہو جاتے جواب میں کچھ نہ فرماتے۔ آخر ایک دن جواب دینا پڑا کہ تُو تو زمین خریدنے کا کہتا ہے۔ ہمیں اگر کوئی مفت دے تو بھی نہ لیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی ہمارے در پر رول رکھی ہے پھر کیا غرض۔ اور یہ حدیث شریف پڑھی اَلدُّنیَا جِیفَۃٌ وَ طَالِبُھَا کِلَابٌ یعنی دنیا مردار ہے اور طلب گار کُتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر دنیا مردار ہے تو اِس سے بدبو کیوں نہیں آتی؟ فرمایا بدبو مردار سے انسان کو آتی ہے۔ کُتے کو لُطف آتا ہے۔ جس پر بندہ کو درد ہوا۔ آپ نے بندہ سے نہایت توجہ اور لطف سے کلام فرمائی۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 34

۲۶ رجب المرجب ۱۳۷۷ ہجری/ ۱۶ فروری ۱۹۵۸ء/ ۵ ماہ پھاگن بروز اتوار بوقتِ عصر بندہ حاضرِ خدمت ہوا۔ پیر اقبال حسین شاہ صاحب اور کئی درویش بھی حاضرِ مجلس تھے۔ حضور پُرنور نے ارشاد فرمایا ''ہم نے دنیا کو بہت چھوڑا مگر نہ چھوٹی۔ اِن لوگوں نے عرس شریف بند کروایا اور ہر چیز چھوڑ کر جنگل میں آ بیٹھے مگر لوگ ملنے ملانے والے باز نہ آئے''۔ پھر جناب نے فرمایا ''ہم پہلے عرس بند کروانے لگے تھے مگر ایک خیال ہم کو روکتا تھا، وہ خیال یہ تھا کہ لوگ کہیں گے ایسا نالائق بیٹا ہے کہ اپنے باپ کا عرس بند کروانے لگا ہے۔ اس خیال نے ہم کو عرس شروع سے ہی بند نہ کروانے دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب پردہ اُترا تو خیال آیا، اوہو! تو نالائق ہی بن جا۔ اگر دنیادار لوگ تم کو نالائق کہہ کر پکاریں گے تو تمہیں فائدہ ہوگا تو نالائق ہی ہو جا''۔

پھر جناب نے فرمایا ''اولیاء اللہ کا فرمان ہے نالائقی اور لائقی جب تک دونوں برابر نہ ہوں اسوقت تک تم فقیر ہی نہیں ہو''۔ بعد ازاں فرمایا ''کافروں نے اعلان کر رکھا تھا محمد ﷺ کا جو شخص سَر لے کر آئے گا اسکو انعام دیں گے۔ ایک وقت تھا جب حضرت عمر ابنِ خطاب ننگی تلوار لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کرنا چاہتے تھے مگر رسولِ پاک ﷺ کی توجہ نے پھر انکا دل روشن کر دیا۔ اسی طرح اولیاء اللہ بھی لوگوں کے دل روشن کرتے ہیں جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہو سکتا ہے''۔

پھر تھوڑی دیر خاموش ہو کر جناب نے فرمایا ''رسولِ پاک ﷺ کی خدمت میں اصحاب حاضر ہو کر عرض کرتے یا حضرت! ہم گناہ کر کے آئے ہیں، ہمیں معافی دلاؤ، پھر توبہ کرتے[1]''۔ مزید فرمایا ستر، ستر دفعہ توبہ کرتے اور اپنے گناہ معاف کرواتے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے جاؤ تمہارے گناہ معاف کر دیئے گئے اور اپنے چراغ سے لگا کر انکے دل بھی روشن کر دیئے۔ اتنے میں غلام محمد اور موکھا دُرویش نے عرض کی، جناب! ہم بھی توبہ کرتے ہیں، ہمارے بھی گناہ معاف کروائیں۔ جناب نے فرمایا

---

(۱)۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (پ۵: ع۶)۔ ''اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اے محبوب ﷺ! تمہارے پاس حاضر ہوں، پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول انکی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے''

Marfat.com

، بیشک کرو۔ پھر آپ نے اُن سے تین، تین دفعہ توبہ کروائی اور انکے لیے دُعا فرمائی۔

بعدازاں ارشاد ہوا ''حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب ''فیض سبحانی'' میں فرمایا ہے جو شخص آٹھوں پہاڑوں میں سات دفعہ اپنی انگلیوں پر گن کر ہر روز توبہ کرتا ہے اسکے گناہ اللہ کریم معاف کرتا ہے اور فرماتا ہے اگر پہاڑوں کی طرح تیرے گناہ ہیں تو پھر بھی توبہ کر میں بخشنے والا ہوں''۔ مزید فرمایا ''حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ تم کو یاد ہوگا جب شیطان نے حکمِ خداوندی کا انکار کیا اور آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کر کے دائمی لعنت کا مستحق قرار پایا۔ تب شیطان نے کہا مولا! میں تیرے بندے کو تیری طرف نہ آنے دوں گا[1]۔ یعنی میں آدمی کے آگے سے آؤں گا، پیچھے سے آؤنگا، دائیں طرف سے آؤنگا، بائیں طرف سے آؤنگا، اوپر سے آؤنگا، نیچے سے آؤنگا اور گمراہ کرونگا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں اس کے لیے رحمت کا دروازہ کھول دوں گا۔ یہ جس وقت بھی آئے گا میں اس کے گناہ معاف کر دوں گا''۔ پھر جناب نے فرمایا ''غصہ بھی تو اللہ کا ہے اور رحمت بھی اللہ کی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''میری رحمت ہر چیز پہ چھائی ہوئی ہے[2]''۔ یعنی غضب پر بھی غالب ہے۔ مزید جناب نے فرمایا ''رحمت ہے تو ساتھ جلال بھی ہے۔ اگر جلال نہ ہوتا تو دوزخ بھی ہرگز نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ جلال میں آکر دوزخ میں ڈالے گا اور رحمت میں آکر بخش دے گا۔ اب دیکھنا ہے کہ اللہ کیا چاہتا ہے؟ وہ تو چاہتا ہے کہ میرا بندہ دوزخ میں نہ جائے، جس طرح ماں باپ نہیں دے سکتے کہ انکی اولاد آگ میں جلے اسی طرح خداوند کریم کی اپنے بندوں سے محبت اور شفقت کی کوئی حد ہی نہیں۔ وہ بھلا کب چاہے گا کہ اسکا بندہ دوزخ میں جائے البتہ وہی لوگ دوزخ میں جائیں گے جنہوں نے خُدا سے اپنا رُخ پھیر لیا''۔

بعدازاں جناب نے فرمایا ''تین چیزیں انسان کو اللہ کے راستے سے روکتی ہیں، نہ صرف اللہ کے نور سے روکتی ہیں بلکہ قتل کر دیتی ہیں۔ (۱)۔ کلام کرنا (۲)۔ ہنسنا (۳)۔ دیکھنا، یہ تین چیزیں اللہ کے نور سے محروم رکھتی ہیں''۔ پھر فرمایا ''دو چیزیں ہیں جو اللہ سے واصل کراتی ہیں (۱)۔ عاجزی (۲)۔ دَرد، یہ دو چیزیں اللہ سے بہت جلد واصل کراتی ہیں۔

---

(۱)۔ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ (پ۲۳: ع۱۴)۔ ''شیطان نے کہا: تیری عزت کی قسم! میں ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا''

(۲)۔ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (پ۹: ع۹)۔ ''اور میری رحمت ہر چیز پر محیط ہے''۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 35

۳۰ رجب المرجب ۱۳۷۷ ہجری/ ۱۰ فروری ۱۹۵۸ء/ ۹ ماہ پھاگن بروز جمعرات حضور پُرنور بمقام بجید سائیں تشریف فرما تھے۔ بندہ حاضرِ خدمت ہوا تو اسوقت کوئی صاحب زیارت کیلئے آئے ہوئے تھے اور جناب انہیں ارشاد فرما رہے تھے ''دنیا کی ایک رسم ہے، ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر بھاگتی ہے۔ حقیقت کو کوئی نہیں سمجھتا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے جناب رسول مقبول ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور کچھ کھانے کی اشیاء تقسیم فرما رہے تھے۔ کافی عرب کے روساء حاضرِ خدمت تھے کہ اتنے میں حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ بھی آ پہنچے۔ ابھی مسجد کے باہر اپنے جوتے اُتارنے لگے تھے کہ حضور علیہ السلام نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اُس چیز کا حصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔ انہوں نے رسولِ پاک ﷺ کی عطا فرمودہ چیز بڑے ادب واحترام سے وصول کی اور وہیں کھڑے ہو کر کھانے لگے حالانکہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ روسائے عرب میں بڑے جرأت مند اور غیور مشہور تھے۔ جنابِ رسولِ مقبول ﷺ نے فرمایا اے عمر! تمہیں شرم تو آئی ہوگی کہ جوتے اُتارنے والی جگہ پر کھڑے ہو کر کھا رہے ہو؟ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے دست بستہ عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ جیسا پاک طبیب نصیب ہو، پھر آپ کے مبارک ہاتھوں سے دیا ہوا نسخہ کھالیں تو ہماری سب بیماریاں کیسے رہ سکتی ہیں؟ یعنی خودی، تکبر وغیرہ سے ہم نے نجات حاصل کر لی ہے[1]''۔

تھوڑی دیر بعد حضور پُرنور نے فرمایا ''مجھے حضرت سائیں فضل حسین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ تم کو اپنا نور عطا کرے گا یعنی اپنا نور ظاہر دکھائے گا۔ ہم نے اس چیز کا ۳۶ سال مسلسل انتظار کیا پھر اللہ کریم نے وہ نور عطا کیا۔ اُس نور کو دیکھ کر اولیاء اللہ زندہ نہیں رہتے۔ اگر رہتے ہیں تو سمندروں کے کناروں پر دن گزارتے ہیں یا پہاڑوں میں یا بڑے بڑے صحراؤں میں اور دریاؤں

---

(۱)۔

شاد باش اے عشقِ خوش سودائے ما — اے طبیبِ جملہ علت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموسِ ما — اے تو افلاطون و جالینوسِ ما

(اے ہماری سب سے بہترین تجارت عشق تو سدا خوش رہے کہ تو ہماری تمام بیماریوں کی دوا ہے۔ تو ہی ہماری عزت و ناموس ہے اور تو ہی ہمارے لیے افلاطون اور جالینوس ہے)۔

Marfat.com

میں دن گزارتے ہیں ۔ ان دنیادار لوگوں سے پرواز کرتے ہیں''۔ پھر حضور پُرنور نے فرمایا ''سائیں فضل پاک رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے فرمایا تھا جس شخص کا ہاتھ تیرے ہاتھ میں آیا اسکے اوپر دوزخ کی آگ حرام ہے۔ پھر سائیں فضل پاک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی چیچی مبارک (ہاتھ کی چھوٹی انگلی) میری چیچی کے ساتھ ملائی تا کہ اللہ کریم ہم پر بھی اپنا فضل و کرم فرمائے''۔

اتنے میں بندہ کو محمد شریف نے آواز دی کہ گھوڑے کو پانی پلانا ہے اور میں وہاں سے اُٹھ آیا حالانکہ حضور مسلسل کلام فرما رہے تھے۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 36

۲۹ ہاڑ ۲۰۱۴ بکرمی/ ۲۵ ذوالحجہ ۱۳۷۷ ہجری/ ۱۳ جولائی ۱۹۵۸ء بروز اتوار صبح کے وقت فرمایا

یہ انسان ایک بڑے نقصان میں ہے۔ پھر آپ نے علامہ صاحب کا یہ شعر پڑھا:

اے طائرِ لاہوتی اِس رزق سے موت اچھی

جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

غلام درویش سے فرمایا انسان تو لاہوت تک پہنچنے والا پرندہ ہے جس کے پرواز میں کمی آگئی۔ وہ کمی یہ ہے کہ اِسے یہ فکر لگ رہا ہے کہ موسم سرما آرہا ہے۔ ایسے کپڑے ہوں، ایسے دکان ہو، یہ کھانے پینے کو ہو۔ اب موسم گرما آرہا ہے اس کیلئے فلاں کچھ ضروری ہے۔ چونکہ اسے کھانے پینے کی فکر نے لاہوتی پرواز سے روک دیا۔ لاہوت ایک چوتھی منزل ہے۔ یہاں پہنچنے سے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ قربِ الٰہی کیلئے چار منازل کو طے کرنا۔ یہ ہر چہار منازل بمعنی ایک نوینہ کے ہیں اور ناسوت اس جہان کو کہا گیا ہے۔ جب انسان کو محبتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے تو وہ اس دنیا سے گزر جاتا ہے تو دوسرا زینہ ملکوت تک پہنچ جاتا ہے۔ ملکوت عالمِ فرشتگان کو کہا گیا ہے جو اس کی تجلیات ہیں۔ چونکہ ملائکہ نظر نہیں آتے۔ جب یہ ملکوت سے بھی گزر جاتا ہے تو زینہ جبروت سامنے آتا ہے۔ وہ بہشت کے عجائبات ہیں۔ جب اس زینہ سے بھی گزر جاتا ہے تو لاہوت تک پہنچ جاتا ہے جہاں قربِ الٰہی سے مسرور ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ اس لاہوت کے رہنے والا پرندہ ہے۔ لیکن یہ اس کھانے پینے کے فکر سے اس قوتِ پرواز کو کھو بیٹھا۔ افسوس کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی روزی کا فیصلہ کر دیا ہے۔ اور اپنے تئیں مطلق رزاق فرمایا۔ کہ مطلق کے معنی ہیں بغیر سبب کے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب تو ماں کے پیٹ میں تھا تو اس وقت کیا تجھے تیرا ماں باپ روزی پہنچاتا تھا یا تو کسی اور سبب سے روزی حاصل کرتا تھا۔ نہیں اللہ جو مطلق رزاق ہے تجھے پالتا رہا۔ کہ تیرے پیدا ہونے سے پہلے تیری روزی مقرر کر رکھی ہے۔ جیسا کہ تیری ماں کے پستانوں سے دودھ سے پالتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ قسم اُٹھا کر فرماتے ہیں کہ تم مجھ پر بھروسہ کرو۔ میں تجھے پالنے والا مطلق رزاق ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کیوں قسم اُٹھا کر فرماتا ہے۔ اسلیے کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ بندہ کو مجھ پر یقین نہیں ہوگا۔ انسان یہ نہیں

Marfat.com

سوچتا کہ آسمان جو سامنے ہے۔ بغیر کسی سبب کے کھڑا ہے۔ جس کی موٹائی اتنی ہے جتنا کہ آسمان و زمین میں فاصلہ۔ ہزاروں برسوں کی راہ ہے اور یہ قدرتِ کاملہ ہے کہ کُن فرمانے سے دونوں جہان پیدا کر دیئے ۔ بندہ نے اللہ تعالیٰ کو عرش پر سمجھ رکھا ہے۔ لیکن یوں نہیں۔ عَلَی الْعَرْشِ اِسْتَویٰ کہ میں عرش پر ہوں ۔ اولیاء اللہ نے اس کی یوں شرح فرمائی ہے کہ جو کچھ زمین پر یعنی دنیا پر ہوتا ہے یہ سب کچھ عرش ہی سے ہوتا ہے اور اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

حکایت: ایک دفعہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ وجد کی حالت میں عرش پر پہنچے تو عرش پر ہاتھ مارا۔ کہ اے عرش! اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ عرش سے آواز آئی کہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر ہے۔ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عرش! اگر تو مجھے دیکھنا چاہے تو بایزید کے دل میں دیکھ۔ حدیث شریف ہے قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَرْشُ اللّٰہِ تَعَالٰی مومن کا دل اللہ کا عرش ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نہ میں آسمان میں سما سکتا ہوں، نہ زمین میں، مگر سماتا ہوں مومن کے دل میں [1] ۔ حضرت بُلّے شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ ''سمندر کُجّی دے وِچہ پایا اے'' انسان کا دِل چھوٹی سی کُجّی ہی ہے۔ کہ جس میں دونوں جہان سمائے ہوئے ہیں۔ حقیقت میں یہ کُجّی کتنی وسیع ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نہ آسمانوں میں سمایا نہ زمین میں اور سمایا تو مومن کے دل میں۔ لیکن انسان اپنا شان بھول گیا کہ میں نے کمانا ہے اور کھانا ہے۔ پھر آپ نے حضرت مولوی غلام رسول کا یہ شعر پڑھا

تُوں پُرزور دلاور ضیغم ہویوں آپ نتانا
خود نوں جان شغال کمینہ بیٹھوں چھوڑ ٹکانا

تو بے انت شانوں سے بھرا ہوا طاقت ور شیر ہے لیکن اپنے تئیں گیدڑ سمجھے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِی (الحدیث) میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں۔ بس بندہ میرا

---

(۱)۔ لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِالْمُؤْمِنِ (الحدیث)

کسی مردِ کامل نے کیا خوب فرمایا ہے

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تُو سما سکے

Marfat.com

جس طرح چاہے میرے ساتھ گمان کرے۔ کوئی چاہے کہ میرے کمانے پر روزی میسر آئے گی تو اُسے اس طرح ملتی ہے جو اُسے مطلق رزاق سمجھے تو اُسے بغیر سبب کے دیتا ہے۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ایک آدمی کو مکان کے اندر بند کر دیا جائے تو اُسے کس طرح روزی پہنچے گی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح موت۔ ایک فقیر جنگل میں عبادت کرتا تھا کہ ایک دن بھوک سے چلا اُٹھا کہ یا الٰہی مجھے کچھ کھانے کو دے۔ ہاتف سے آواز آئی کہ بھوک کو ہمیشہ کیلئے ہی رفع کرنا ہے یا کچھ کھانا ہے تو فقیر نے کہا کہ بھوک کو ہمیشہ کیلئے ہی رفع کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے پیٹ کو اس طرح بھر دیا کہ بھوک ہمیشہ کیلئے ضائع ہو گئی۔ جب مذکورہ حدیث حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ نے پڑھی تو چاہا کہ میں اللہ تعالیٰ کو آزماؤں۔ آپ نے ایک غار میں اعتکاف کیا کہ دیکھوں کس طرح رازق مجھے رزق پہنچاتا ہے۔ آپ کو غار میں دس بارہ پہر گزرے تھے تو ایک سوداگر نے وہاں آکر ڈیرا جمایا۔ اور کھانے کا انتظام کیا۔ جب کھانا تیار ہوا تو سوداگر اپنے معمول کے مطابق کھانا مسافر کے ساتھ کھانا چاہتا تھا تو سوداگر نے حکم دیا کہ کسی مسافر کی تلاش کریں کہ میں اُس کے ساتھ مل کر کھانا کھاؤں۔ اہل کاروں نے انہیں بہت تلاش کر کے بتایا کہ کوئی مسافر نہیں ملا۔ ایک اُن میں سے کتوں کو لیے شکار کو نکلا ہوا تھا۔ کتوں کو یہ عادت ہوتی ہے کہ سوراخوں اور غاروں وغیرہ میں سونگھتے رہتے ہیں۔ کتوں نے جب اس غار میں دیکھا کہ ایک آدمی سویا پڑا ہے تو وہ زور سے بھونکے۔ جب شکاری نے دیکھا تو آدمی پایا۔ اس نے آکر سوداگر کو خبر دی۔ سوداگر نے جا کر حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کو باہر نکلوایا۔ حضرت صاحب دیدہ دانستہ مردہ سا ہو گئے۔ سوداگر نے سمجھا کہ اسے سردی لگ گئی ہے۔ فوراً آگ جلا کر ان کے ٹھٹھرنے کا علاج شروع کیا۔ جب ایسا کیا گیا۔ تو سوداگر نے حضرت صاحب کو کھانا کھانے کیلئے کہا۔ لیکن آپ منہ ہی نہ کھولتے تھے کہ اسے سردی کی زیادتی سے دندن پڑ گئی ہے۔ اس کا منہ کسی سلائی سے کھولیں تو انہوں نے ایسا ہی کیا اور منہ کھولنے پر سوداگر نے لقمہ حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کے منہ میں ڈالا۔ اور کہا کھایئے جس پر آپ کو ہنسی آ گئی کہ بے شک تو وعدے کا پکا ہے اور وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 37

۱۹ ساون ۲۰۱۴ بکرمی/ ۷ امحرم ۱۳۷۸ ہجری/ ۱۳ اگست ۱۹۵۸ء بروز اتوار صبح کو صفت کریمی و رحیمی کی زیادہ سبقت کا ذکر ہوا کہ سوال اِس پر ہے کہ جب حافظہ نہ رہا تو پھر کیا حاصل ہوا یعنی وہ کیا چیز ہے جس کی غرض سے حافظہ کے متعلق بددعا کی گئی۔ وہ محویت ہے کہ جب کچھ بھی یاد نہ رہا تو پھر محویت ہی محویت ہے۔ پھر فرمایا کسی چیز پر میرا سوال ایک مولوی صاحب پر ہوا کہ ذاتِ پاک ظہور سے پیشتر کس منزل میں رہی؟ مولوی صاحب سے جواب نہ ہونے پر میں نے انہیں سمجھایا کہ ذات پاک ظہور سے پیشتر منزلِ محویت میں تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ میں چھپا ہوا خزانہ تھا۔ مجھے محبت ہوئی کہ پہچانا جاؤں۔ جیسا کہ اللہ پاک عالمِ محویت میں تھے تو اللہ پاک نے یہ نقش و نگار موجودات کو اپنے اندر سے پیدا فرمایا۔ کہ ظہور کرنے کی محبت ہوگئی تو فرمایا (کُنْ) ہو جا۔ (فَیَکُوْنُ) پس ہوگیا۔ محویت ایک منزل ہے جیسا کہ شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت یہ منازل ہیں۔ یہ بلندی سے پستی تک بلندی کے منازل ہیں ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عروج سے تنزل فرمایا۔ یہ ہر چہار منازل تنزلات سے ہیں۔ انہیں کے ذریعہ سے پستی سے بلندی تک پہنچنا ہے۔ اب سوال اس بات پر ہے کہ ذاتِ حق کیا ہے؟ مولانا روم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گروہ اولیاء رضی اللہ عنہم وانبیاء علیہم السلام نے حقیقتِ باری تعالیٰ میں کچھ نہیں فرمایا اور میں وہ جناب رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ اقدس کی قوت سے کہتا ہوں کہ ذاتِ حق ذوق ہے اور میں وہ ذوق ہوں جس پر جناب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر ذاتِ حق ذوق یا عشق یا محبت ہے تو یہ تجلّی کا نام ہے ۔ اور تجلّی متجلّی سے ہوتا ہے۔ تجلّی بمعنی جلوہ اور جلوہ جلوہ گر سے ہے۔ فرمایا یہ اُس کی شان سے ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَانٍ کہ میری ہر گھڑی نئی شان ہے۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ جس پر چاہے انعام فرمائے۔ مزید فرمایا جلوہ گر محبوب ہے اور اس کا جلوہ اس کے قبضہ میں ہے۔ جس پر چاہے اپنا تجلّی کرے۔ تجلّی یا جلوہ خود نہیں ہوتا۔ متجلّی سے ہوا کرتا ہے۔ خواہ نقاب اُٹھائے خواہ نقاب رکھے کہ اب موٹی مثال سے تجھے سمجھاتا ہوں کہ جس طرح بجلی

Marfat.com

ہےاس میں روشنی پیدا کرنیوالا کوئی ہے۔خود بخود نہیں ہوتی۔فرمایا وہ متخلیٰ کو مانتے جو عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر ہے۔وہ عقل ہے جو ہر شے پر قادر ہے۔اور اسم با مسمّٰی ہے یہی ذات حق ہے۔جو غائب ہے اور بے مثل ہے پھر فرمایا عقل کے تین درجے ہیں اول درجہ جو کم ہے وہ عقل معاش ہے جو یہ دنیا کے کاروبار میں مصروف ہے جس نے مشینریاں، ہوائی جہاز اور ریڈیو وغیرہ بنائے ہیں۔ دوم عقل معاد ہے جو آخرت کو پاتا ہے۔سوم درجہ عقل جو سب سے اعلیٰ ہے وہ ہے عقلِ کُل جو ذات ہے۔پھر بندہ نے عرض کیا کہ حضور! اللہ تعالیٰ کا بلندی سے تنزل کرنے سے کیا مطلب ہے۔فرمایا کہ ہاں یہ سوال کرنا ضروری ہے۔اسلیے کہ اللہ تعالیٰ کو اس میں ایک لطف ہے۔بغیر تمیز لطف نہیں کہ ایک شرابی ایک بوتل شراب کا عادی ہے اور اُسے دو بوتل شراب پلائی جائے وہ اس سے بے ہوش ہو جائیگا۔اُس بے ہوشی سے کیا لطف جب ہوش ہی نہ رہا۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 38

۱۱ بھادوں ۲۰۱۴ بکرمی/ ۱۱ ماہِ صفر ۱۳۷۸ ہجری/ ۲۷ اگست ۱۹۵۸ء بروز بدھ بوقت عصر یہ بندہ ساتھ تھا۔ آپ گھر سے باہر شب گاہ پر تشریف لے گئے۔ اور بام حجرہ پر جلوہ افروز ہوئے اور آپ جھومنے لگے اور آہاہا فرمانے لگے کہ ہر ایک شخص کی ایک طرف ہے اور اسلیے دوسری طرف کی کوئی خبر نہیں۔ چنانچہ حدیث شریف ہے کہ ہر ایک شخص کی ایک طرف ہے اور اُسے اُسی طرف کی خبر ہے اور دوسری طرف اُسے معلوم نہیں۔ اسی وجہ سے کافر لوگ اولیاء رضی اللہ عنہم اور انبیاء علیہم السلام پر طعن کرتے ہیں کیونکہ انہیں اپنی ہی طرف کی خبر ہے اور ہر ایک چیز کا اندازہ اپنی عقل سے لگاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک ولی اللہ کی خدمت میں بکثرت عورتیں رہتی تھیں۔ ایک کم ہمت درویش کے دل میں یہ اکثر گذرتا کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ آگ کے قریب گھی نہ پگھلے۔ جب ولی اللہ باطن صفا نے اِس دل پر نگاہ کی تو دیکھا کہ اس کا ایمان زائل ہوتا ہے تو اُس نے ایک انگارہ جنڈ کی لکڑی کا روئی میں لپیٹ کر ڈبہ میں بند کر کے اس شخص کے پاس بھیج دیا۔۔ جب اُس شخص نے ڈبہ کا ڈھکنا اُتارا تو کیا دیکھا کہ انگارہ بھڑک رہا ہے اور روئی کو کوئی ضرر نہیں تو وہ دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ میرے حال پر جواب ہے۔ جس پر اس نے شرمندہ ہو کر توبہ کی۔ اور اِس ولی اللہ سے معافی چاہی۔ آگ نے روئی کو کیوں نہ جلایا اس لئے کہ آگ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ یہ فرمایا اور آپ کو وجد ہو گیا یہاں تک کہ حق حق کی آواز دُور تک سُنی گئی۔ آگ کا فعل ہے جلانا اور تیز دھار کا کام کاٹنا اور پانی کا کام ہے ڈبونا تو کیوں نہ آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلایا اور کیوں نہ چھری حضرت اسماعیل علیہ السلام پر کارگر ہوئی اور پانی نے کیوں نہ موسیٰ علیہ السلام کو ڈبویا۔ یہ سب کچھ امر کے تابع ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چِخہ میں ڈالا گیا تو اللہ پاک نے آگ کو حکم دیا کہ قُلْنَا یَا نَارُ کُونِی بَرْداً وَّ سَلاماً عَلٰی اِبْرَاھِیم کہ اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا اور آرام دہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یعنی معتدل چنانچہ آگ ٹھنڈی اور چِخہ باغ بن گئی۔ فرمایا جب موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نکل جانے کا حکم ہوا تو آپ علیہ السلام قوم کو لیکر دریائے نیل کے کنارے پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ سے حکم ہوا کہ اپنا عصا دریا میں

Marfat.com

پھینک دے چنانچہ آپ علیہ السلام نے اپنا عصا دریا میں ڈال دیا تو بارہ دروازے بن کر پل کی صورت سے دریائے نیل پر نمودار ہوئے۔ جس پر آپ علیہ السلام بمعہ اپنی قوم کے تیزی سے پار ہو گئے۔ واضح رہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ معجزہ چاہا کہ اگر دریائے نیل راتوں رات میرے محلات کے قریب سے گزرے تو میں آپ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لے آؤنگا تو اللہ پاک نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اِس سے لکھوالو کہ اگر تو ایمان نہ لایا تو تجھے کیا سزا منظور ہوگی ۔چنانچہ حسب الحکم آپ نے فرعون سے لکھوالیا اور فرعون نے اپنی قلم سے لکھ دیا کہ اگر میں اس معجزہ پر ایمان نہ لاؤں تو اِسی دریا میں غرق ہو جاؤں ۔تو آپ علیہ السلام نے دریائے نیل کو فرعون کے محلات کے نزدیک سے بہادیا لیکن فرعون ایمان نہ لایا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بمعہ اپنے ہمراہیوں کے دریائے نیل سے پار ہو گئے تو فرعون نے فوج لیکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب کیا ۔جب دریائے نیل کے کنارے تک پہنچے تو فرعون کا گھوڑا اس پل پر سے نہ گزرتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ایک گھوڑا پر سوار ہو کر اس فرعونی گھوڑے کے آگے چلنے کا حکم دیا۔ چنانچہ فرعون کا گھوڑا اس گھوڑے کے پیچھے چلا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنا عصا اُٹھا لے ۔جب آپ نے عصا اُٹھالیا تو فرعون ڈوبنے لگا اور فریاد کرنے لگا کہ اے موسیٰ علیہ السلام میں تجھ پر اور تیرے اللہ پر ایمان لایا ہوں۔ مجھے بچالو تو آپ نے اس کا لکھا ہوا اُس کے سامنے کر دیا اور فرعون غرق ہوا۔تو آپ نے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا:

متاب از عشق او گرچہ مجاز است
کہ آں بہرِ حقیقت کارساز است

کہ سوائے عشق کے کچھ حاصل نہیں خواہ عشق مجازی ہی ہو چونکہ مجازی سے بھی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے لیکن مجازی کی بھی شرط ہے جس کے بغیر مشروط حاصل نہیں ہوتا۔

عشق مجازی جاں گدازی ہر کسے را کار نیست
تا نہ سوزی جان تو لائقِ دیدار نیست

Marfat.com

یہ مجازی کی شرط ہے جس کے بغیر مشروط حاصل نہیں ہوتا۔ مثال تیرا گھر سے چل کر آنا شرط ہے اور میرا ملنا شرط ہے۔ فرمایا کہ ایک ہاتھ میں عشق کا وَدان ہو اور دوسرے میں شیشہ تو دونوں کے ٹکرانے سے اگر شیشہ سلامت رہے تو مجازی سے حقیقت ہے ورنہ جہنم کی مصیبت ہے[1]۔ فرمایا کہ قیامت کلمہ گو کی موجودگی میں نہ ہوگی۔ اس وقت ہوگی جب کوئی کلمہ گو نہ رہا۔ کلمہ گو کون ہیں؟ فرمایا اولیاء اللہ رضی اللہ عنہم۔ قیامت سے پیشتر سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور ایک گولا اُٹھیگا اور بجلی کا سا چکر لگائے گا جس کے زور سے سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے بندوں پر قیامت نہیں ہوگی۔ بندہ کے معنے غلام کے اور غلام کے معنے تابعدار کے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا تابعدار بندہ ہے اس پر سلامتی ونجات ہے چنانچہ جب ابلیس ملعون ہوا تو ابلیس نے عرض کی کہ یا الٰہی مجھے میری بندگی کا حق ملنا چاہیے۔ حکم ہوا مانگ لو تو ابلیس نے کہا کہ مجھے یہ طاقت ہو کہ میں جہاں چاہوں پہنچ جاؤں۔ دوسرا جو چاہوں صورت بدل لوں۔ جب تک تیری مخلوق زندہ ہے یعنی قیامت تک میں بھی زندہ رہوں تو اللہ تعالیٰ سے اجازت ہوئی تو شیطان نے عرض کیا الٰہی تُو نے مجھے دُور کیا ہے اور میں تیرے بندوں کو تجھ سے دُور رکھوں گا۔ آؤنگا اُن کے سامنے سے اور اُن کے پیچھے سے اور دائیں بائیں سے اور اوپر نیچے سے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے لعین! تو میرے بندوں کو گمراہ نہیں کرسکتا۔ تو یہ ظاہری ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے اولیاء اللہ ہی ہیں جو شیطان سے نہیں بہکتے۔ بلکہ شیطان پر سوار ہوتے ہیں۔ اور شیطان کی باگ اُن کے قبضہ میں ہے۔

---

(۱)۔

بر کف جام شریعت، بر کف سندانِ عشق
ہر ہوسناک نداند جام و سنداں باختن

یعنی میرے ایک ہاتھ میں شریعت کا جام ہے اور دوسرے ہاتھ میں عشق کا سندان۔ کوئی ہوس کا مارا نہیں جانتا کہ جام اور سندان کا بارنا (کیا ہے)۔ (سندان لوہے کا وہ ٹکڑا ہے جس پر رکھ کر لوہار لوہے کو کوٹتا ہے)۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 39

۱۳ بھادوں ۲۰۱۴ بکرمی/۱۳ صفر ۱۳۷۸ ہجری/۲۹ اگست ۱۹۵۸ء بروز جمعۃ المبارک بوقت عصر یہ بندہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ شعر سمجھنے کی غرض سے عرض کیا۔ ''عشق مجازی جانگدازی ہر کسے را کار نیست''۔ آپ نے فرمایا کہ عشق کی آگ جان کے کچے پن کو پگھلا کر خالص کر چھوڑتی ہے۔ مزید فرمایا عشق بازی جان کا گالنا اور برباد کرنا ہے ورنہ دیدارِ معشوق نہیں ہوتا۔ کسی نے اس شعر کی اُردو میں شرح فرمائی ہے

عشق مجازی جانگدازی بچوں کا یہ کھیل نہیں
دکھ کی تو جڑ ہے سکھ کی یہ بیل نہیں

فرمایا عشق بچوں کا کھیل نہیں یہ تو مصائب کی جڑ ہے۔ اس کا کچا پن جب نارِ عشق سے جل جائے گا تو پھر اُسے کوئی تکلیف نہیں۔ دکھ سکھ اُس کے کچا پن کو ہے۔ یعنی جب لکڑی میں کچا پن ہے تو اُسے آگ جلاتی ہے اور جب جل کر انگارہ ہو جاتی ہے تو پھر اسے آگ سے کوئی اندیشہ نہیں۔ اسلئے بغیر عشق کے انسان پرواز نہیں کر سکتا۔ چونکہ اس میں کچا پن موجود ہے جو اِسے حقیقت سے محروم رکھے ہوئے ہے۔ فرمایا کچا پن کیا ہے؟ گرونانک کا کہنا ہے کام کرودھ لوبھ ہنگار یہ چار یعنی غصہ، حسد، طمع، تکبر کچا پن ہیں۔ جن کے استخراج کیلئے کافی محنت کرنی پڑتی ہے۔ لیکن عشق کی آگ سے یہ معاملہ جلد از جلد صاف ہو جاتا ہے۔ پھر آپ نے اسی موضوع پر مثال فرمائی کہ ایک شخص اپنے رقبہ میں سے کانوں کا جھل ختم کرنے کیلئے بوٹا بوٹا کر کے اکھاڑ رہا ہے تو سوچو اسے کتنی محنت اور کتنی مدت کے بعد وہ کامیاب ہوگا اور ایک شخص نے اسی طرح اپنے رقبہ کو صاف کرنے کیلئے آگ لگا دی جس سے وہ تمام ایک لحہ میں جل کر صاف ہوا تو اسے نہ کوئی محنت کرنا پڑی اور نہ ہی کوئی مدت لگی۔ اسی طرح عشق بھی تین طرح کا ہے۔ (۱) کم درجہ، (۲) درمیانہ درجہ اور (۳) اعلیٰ درجہ۔ فرمایا کم درجہ کی مثال یہ ہے جیسے گیلی لکڑی کو آگ لگائیں اور وہ دُھکتی رہتی ہے۔ بہت دیر کے بعد جلتی ہے اور درمیانہ درجہ کی مثال یہ ہے جیسے خشک موٹی لکڑیوں کو آگ لگائی جائے اور

Marfat.com

گیلی کی نسبت کم دیر میں جل گئی۔ اور درجہ اعلیٰ جو غالب ہے اس کی مثال یہ ہے جس طرح گھاس پھوس تنکوں وغیرہ کو فوراً آگ گھیر لیتی ہے۔ فرمایا اس لیے عشق کے بغیر انسان میں جو کچا پن ہے وہ خارج کرنا مشکل ہے۔ جب تک یہ کچا پن موجود ہے عبادت وغیرہ بے سود ہے۔ ان غلطیوں کے علاوہ اور بھی بکثرت غلطیاں ہیں۔ جیسا کہ فضول باتیں سُننے کی حرص ہے۔ بیہودہ بولنا، چوری وغیرہ وغیرہ۔ ان سب کی بنا ان بڑی غلطیوں پر ہے۔ انہی سے دشمنی رنج ہے۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 40

۱۵ بھادوں ۲۰۱۴ بکرمی/ ۱۵ ماہ صفر ۱۳۷۸ ہجری/ ۳۱ اگست ۱۹۵۸ء بروز اتوار شب کو حضور باہر شب گاہ پر جلوہ افروز تھے۔ بندہ نے سوال کیا کہ حضور فقہ کسے کہتے ہیں؟ آیات اور حدیث شریف کی شرح کو فقہ کہا گیا ہے؟ فرمایا حضور نبی پاک ﷺ کی تین صورتیں ہیں۔ اول بشری، دوسری ملکی، تیسری حقی۔ بشری یعنی کہ میں تمہاری مثل ہوں اور ملکی کہ آپ ﷺ بکثرت عبادت کرتے تھے اور بھوکے پیٹ پر پتھر باندھ کر یادِ الٰہی میں مشغول ہوتے تھے۔ یہ حالت ملائکہ کی بھی ہے اور حقی جیسا کہ فرمایا مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔ حضور نے حق فرمانے کیلئے کوئی پردہ نہیں رکھا اور نہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں کوئی پردہ رکھا ہے لیکن قبولیت میں اختلاف ہے۔ حدیث گفتار کو کہتے ہیں۔ حدیث کی دو قسمیں ہیں ایک حدیثِ نبوی جو رسولِ پاک ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے اور دوسری حدیث قدسی حدیث قدسی جو کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضور اکرم ﷺ کے دل پر الہام ہوا۔ قدسی میں وحی وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ عالم اور جاہل میں اتنا فرق ہے جتنا اندھیرے اور اجالے کا۔ یاد رہے کہ جاہل وہ نہیں جسے لکھنا پڑھنا نہ آئے۔ اگر اسے اللہ تعالیٰ کی محبت ہے تو اسے جاہل تصور نہ کرو اور جس میں اللہ تعالیٰ کی محبت نہیں اگرچہ وہ علم کی تحصیل حاصل کیے ہوئے ہے اور اپنے تئیں واعظ اور عالم کہتا ہے اسے عالم نہ جانو۔ پس محبت الٰہی سے ہی عالم ہے ورنہ بہت بڑا جاہل۔ عشق ایک آگ ہے۔ حدیث شریف اَلْعِشْقُ نَارٌ یُحَرِّقُ مَا سِوَا اللّٰہ یعنی عشق ایک آگ ہے جو اللہ کے سوا ہر ایک چیز کو جلا دیتی ہے۔ یعنی اللہ ہی باقی رہ جاتا ہے۔ آگ کا فعل ہے کہ جو چیز اس میں پڑے اسے اپنا ہم رنگ بنا دیتی ہے۔ بس یہی عشق کی خوبی ہے۔ فرمایا اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ انسان بھید میرا ہے اور میں انسان کا بھید ہوں۔ انسان دو قسم کے ہیں ایک ناقص اور دوسرا کامل۔ کامل وہ ہے جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اور اللہ تعالیٰ کو پالیا۔ کسی نے سوال کیا جناب نفس کیا ہے؟ فرمایا نفس خواہشات کو کہا گیا ہے۔ نفس اور دل میں یہ فرق ہے کہ جب نفس خواہشات سے پاک ہو جاتا ہے

Marfat.com

تو دل کہلاتا ہے۔ اس سے پہلے یہ نہیں تمیز کر سکتا۔ انسان کے اندر جب تک نفس اور شیطان آباد ہیں تب تک یہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پا سکتا۔ یہ تو ہر کوئی جانتا ہے کہ جس گھر میں کتا ہو وہاں اللہ تعالیٰ رحمت کا فرشتہ نہیں بھیجتا۔ تو جس دل میں نفس کتا ہے جو دشمن ہے وہاں کیوں آئے چونکہ وہ بڑا غیور ہے۔ پھر آپ مسکرائے اور فرمایا جہاں اللہ پاک آنا چاہے وہاں کتا ٹھہرتا ہی نہیں۔ اس کی کیا مجال کہ یہ ٹھہر سکے۔ حضرت نبی پاک ﷺ نے فرمایا یہ سب کچھ ذات ہی ذات ہے۔ جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا یارسول اللہ ﷺ! اگر یہ بُرا بھلا سب ہی ذات ہوا تو پھر دوزخ میں کیا جائے گا۔ فرمایا یہ چوتھی منزل ہے۔ جیسا کہ انسان کے اندر غصہ دوزخ اور رحم بہشت ہے۔ انسان کے اندر اللہ نے نفس و شیطان اکٹھے داخل کر دیے ہیں یعنی شیطان برائی کا وسواس ڈالتا ہے یعنی ترغیب دیتا ہے اور نفس اس پر عمل کر کے لذت اُٹھاتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیے یہ ایک بہت باریک رمز ہے۔

فرمایا ایک دن حضرت نبی پاک ﷺ مسجد میں توحید بیان فرما رہے تھے۔ حاضرینِ مجلس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی علیہ السلام تھے۔ اوپر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے کلام فوراً بند کر دیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ چلے گئے تو آپ نے پھر وہی کلام شروع کی جس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے پر کلام بند کر دیا تھا؟ آپ ﷺ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ ابھی معصوم بچہ ہے۔ اس کے فہم میں یہ کلام نہیں آسکتی تھی۔ اس کی عقل اس کلام کا فوراً انکار کر دیتی۔ حق کا انکار کفر ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ مثال فرمائی کہ معصوم بچے کو اگر سخت غذا مثلاً گوشت، حلوہ اور پلاؤ وغیرہ دیا جائے اسے نفع کی بجائے نقصان ہوگا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد ﷺ! كَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ (نہ کلام کرو ایسی جو ان کی عقلیں قبول نہ کریں۔ اور وہ انکار کر دیں) یعنی لوگوں کی عقل کے مطابق ہی ان سے کلام کرو۔ پھر آپ نے معراج شریف کا ذکر فرمایا کہ حضور پاک ﷺ کے ساتھ اللہ پاک نے نوے ہزار کلام فرمائی جس میں تیس ہزار بتا دینے کی اجازت فرمائی، تیس ہزار آپ ﷺ کی رضا پر منحصر فرمائی جسے چاہیں

Marfat.com

بتائیں اور بقایا تیس ہزار کے بارے میں منع فرمایا کہ عقل سے باہر ہے۔اسے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔
فرمایا وہ کیا ہے توحید ہے جو چوتھی منزل کا کلام ہے۔فرمایا اس کا سمجھنے والا لاکھوں میں تو کوئی نہیں
کروڑوں میں کوئی ایک۔جس نے توحید سمجھ لی اس کی بشری حالت نہیں رہتی۔ایک دفعہ کسی نے
حضرت امیر علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ علیہ السلام نے خدا کو دیکھا ہے۔فرمایا قسم ہے ذاتِ حق کی
جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔میں نے اَن دیکھے کی کبھی عبادت نہیں کی۔اللہ تعالیٰ کو
سامنے دیکھ کر سجدہ کرتا ہوں۔فرمایا جنابِ امیر علیہ السلام کو اللہ پاک سے یہ کرامت حاصل تھی کہ آپ
کا جسم پتھر سا تھا۔کوئی تیر، تلوار اثر نہ کرتا۔جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو آپ کا جسم موم کی
مانند ہو جاتا۔فرمایا یہ قربِ الٰہی کی نشانی ہے کہ اُس اَحکم الحاکمین کے حاضر ہونا اور پھر اُسی حالت
میں رہنا یہ ممکن نہیں۔ایک کافر کو معلوم ہو گیا کہ آپ کا وجودِ اقدس نماز میں پگھل جاتا ہے تو اُس
لعین بے دین نے موقعہ پا کر نماز میں تیر مارا جو آپ کی پُشت مبارک میں دھنس گیا۔لیکن آپ کو
ایسے کارگر تیر کے دھنس جانے کی پرواہ اور خبر تک نہ ہوئی۔جب اپنے محبوب کے رُوبرو عاشق کھڑا
ہو تو اُسے اور شے نظر ہی نہیں آتی۔جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کا جسم پھر پہلی حالت
میں ہو گیا۔یعنی پتھر ہو گیا اور تیر لگنے سے آپ کا خون اتنا بہہ گیا کہ مسجد کا صحن خون سے بھر گیا۔
جب آپ کا جسم پہلی حالت میں ہوا تو تیر جکڑ گیا۔پھر نبی پاک ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ
نے انگلیوں میں پکڑا اور آسانی سے نکل گیا۔اور زخم پر آپ ﷺ نے آبِ دہن لگا دیا۔وہ زخم فوراً
اچھا ہو گیا۔پھر جنابِ امیر علیہ السلام کی شان میں فرمایا کہ توحید تو آپ کے گھر کی دولت ہے۔نیز
امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ملک چین میں ایک شخص توحید کے بارے میں کلام کر رہا ہو اور مجھے خبر
پہنچے تو میں اپنی آنکھوں کے قدم بنا کر وہاں پہنچوں اور لطف اٹھاؤں۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 41

۲۵ مگھر ۲۰۱۴ بکرمی / ۲۸ جمادی الاوّل ۱۳۷۸ ہجری / ۱۰ دسمبر ۱۹۵۸ء بروز بدھ صبح تقریباً دس بجے بندہ بموقع بجید سائیں حاضرِ خدمت ہوا۔ تھوڑی دیر بعد ایک مجددی نقشبندی پیر صاحب کا رقعہ ایک آدمی لایا اور بتایا ''جبو کے'' میں اپنے مریدوں کے پاس آئے ہوئے ہیں، رقعہ میں لکھا تھا ''جناب قبلہ وکعبہ مرشدنا ومولانا حضرت سید غلام رسول شاہ صاحب آپ کی زیارت کے مشتاق ہیں۔ برائے مہربانی اجازت ہو تو بندہ حاضرِ خدمت ہو جائے''۔

میں نے رقعہ کا مضمون جناب کی خدمت میں عرض کیا تو ارشاد ہوا ''میرے پاس ملنے ملانے کا کوئی وقت نہیں، ملنے ملانے کا وقت انہی لوگوں کے پاس ہے''۔ میں نے جناب کا مندرجہ بالا حکم اُس رقعہ لانے والے کو سُنا دیا۔

تھوڑی دیر بعد جناب نے ارشاد فرمایا ''ایک ولی اللہ کسی دوسرے ولی اللہ کی زیارت کے لیے اسکے شہر پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ اِس فانی دنیا کو چھوڑ کر ملکِ عدم روانہ ہو چکا ہے اور نمازِ جنازہ کیلئے لوگوں کا بڑا ہجوم اکٹھا ہے۔ وہ بھی شامل ہو گیا۔ نمازِ جنازہ کے بعد لوگ زیارت کرنے لگے تو وہ فقیر بھی چارپائی کے پاس آیا اور کہنے لگا ''اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم نے دنیادار لوگوں سے اتنا تعلق رکھا ہے تو پھر میں کبھی نہ آتا''۔ حضور نے فرمایا ''یہ اپنا، اپنا حال ہوتا ہے''۔

پھر ارشاد ہوا ''ہم نے دنیا کو بہت چھوڑا مگر یہ دُنیا نہ ہٹی، ہم نے فتحپور شریف کا عرس بند کروایا۔ پھر ہم نے فتحپور شریف کو چھوڑ دیا اور جنگل میں آ کر بیٹھ گئے مگر پھر بھی یہ دنیا نہیں چھوڑتی''۔ پھر تھوڑی دیر خاموش رہ کر سرد آہ بھری اور فرمانے لگے ''ہائے تقدیرے، ہائے تقدیرے تم کو کتر (کاٹ) دوں، ہائے تقدیرے تم کو مقراض (قینچی) سے کتر دوں کیونکہ ہم کو مجبور کر کے بٹھا دیا گیا ہے''۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 42

۸ پوہ ۲۰۱۴ بکرمی/۱۰ جمادی الثانی ۱۳۷۸ ہجری/۲۲ دسمبر ۱۹۵۸ء بروز سوموار فرمایا بندہ حق تعالیٰ پر خوش نہیں ہوتا اور اعتراض کرتا ہے کہ یوں کیوں کیا اور یوں کیوں نہ کیا۔ اس پر حق تعالیٰ کو غیرت آتی ہے کہ میرا بندہ مجھ پر اعتراض کرتا اور مجھے خدائی کا سبق دیتا ہے کہ اس طرح کرنا تھا اور اس طرح کیوں کیا۔ اللہ فرماتا ہے کہ میں ان پر عذاب کرتا ہوں۔ وہ عذاب یہ ہے جب وہ بندے اعتراض کرتے ہیں تو میں ان کے دلوں میں آگ جلا دیتا ہوں اور وہ جلتے اور روتے ہیں۔ جب دنیادار کی کوئی چیز گم ہو جاتی ہے یا کوئی مر جاتا ہے تو اس کے دل کو کتنی تکلیف ہوتی ہے کہ جس طرح اس کی چیز گم ہو جاتی ہے یا کوئی مر جاتا ہے۔ اسی طرح وہ بھی مر جاتا ہے۔ دیکھو اس کی پرانی جوتی یا پرانا کپڑا بھی پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو میرے ساتھ اپنی ذاتی اشیاء جتنی بھی محبت نہیں کرتا۔ دیکھ میں نے تمہیں کتنی نعمتیں عطا کی ہیں اور تو نے مجھے بھلا دیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں وہ سب مال، اولاد، گھر بار اور جان بھی اللہ پاک کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اور ہر وقت راضی با رضا رہتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری طرف سے کچھ ہے ہی نہیں اور کہتے ہیں یا الٰہی! تو میرا ہو جا اور مجھے اپنا کر لے اور اپنی رضا پر راضی رکھ اور توفیق دے تیری بھیجی ہوئی بلاؤں، آفتوں، مصائب اور تکلیفوں پر صبر اور تیری تقدیر کی موافقت پر سر جھکا لیں تو اُن پر اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اپنے بندے کے حق میں چاہتا ہوں جو اس نے سوال کیا اور برائی نہیں چاہتا۔ جب بندہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کو سونپ دیتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ خوش اور اُس بندے کے دل میں فراخی کر دیتا ہے اور نہ اس کے دل کو کوئی تکلیف آتی ہے کیونکہ وہ ہر چیز سے فارغ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کو ستر ماؤں سے زیادہ چاہتا ہوں۔ یا زیادہ محبت کرتا ہوں۔ بندہ اندازہ کرے ایک ماں کی اپنے بچے کے ساتھ کتنی محبت ہوتی ہے۔ گویا ماں کسی حال میں ہی ہو وہ ہر حال میں اپنے بچے کو یاد رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت دیکھ رہا ہے۔ سُن رہا ہے۔ اور اپنے بندے کے ہر خیال کو جاننے والا ہے۔ جب یہ ہے تو پھر بندہ اپنے اللہ تعالیٰ کو سب کام کیوں نہیں سونپتا۔ اس کی

Marfat.com

بلا پر راضی ہونا، اس کی ہر مصیبت پر صبر کرنا اور تقدیر کے سامنے سر جھکانا اسی کا نام فقیری اور اولیائی اور پیغمبری اور ولایت اور نبوّت ہے۔ فرمایا جیسے دنیا دار کو دنیا پیاری ہوتی ہے ایسے ہی دُرویش کو دین پیارا ہوتا ہے۔ جب دُنیا دار کو موت آتی ہے تو اُسے جان کُندن کا وقت بہت سخت ہوتا ہے کیونکہ اس دنیادار کا ہر چیز سے دل چمٹا ہوا ہوتا ہے۔ اس لیے ان چیزوں کے چھوڑنے سے اسے بہت تکلیف ہوتی ہے اور دنیا داروں کی جان اس طرح نکلتی ہے جس طرح ایک باریک ململ کا کپڑا بیری کے ایک چھاپے پر تان کر ایک کنارے سے پکڑ کر کھینچ لیا جائے تو پھر دیکھو اس کا کیا حال ہوتا ہے۔ دُرویش اللہ والوں کی جان اس طرح نکلتی ہے جس طرح مکھن سے بال نکال لیا جائے اور اس کو معلوم نہ ہوگا کیونکہ وہ تو اللہ کے سوا ہر چیز سے پہلے ہی فارغ تھا۔ فرمایا اس زمانے میں جو گدیوں والے ہیں سب امیریاں اور شوخیاں اور زمینوں والے بنے بیٹھے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام کو بھلا کر نافرمان بنے بیٹھے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دور ہو گئے ہیں اور دوری سے ہی سخت عذاب اُٹھا رہے ہیں۔ کچھ خبر ہی نہیں کہ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جانا ہے۔ اس فانی دنیا کو ہی کافی سمجھ لیا ہے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ یہ کہتے کہ ایسا کیوں ہوا۔ ایسا کرنا چاہیے تھا۔ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے حکم پر اعتراض کرے وہ کافر ہے۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 43

۱۷ ماہ پوہ ۲۰۱۴ بکرمی/ ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۷۸ ہجری/ ۳۱ دسمبر ۱۹۵۸ء بروز بدھ بموقعہ بجید سائیں میں فرمایا اولیاء، اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ یا الٰہی یہ ہمارا حافظہ ہم سے چھین لے کہ جو ہمیں گذری ہوئی باتیں اور پچھلے حالات یاد دلاتا ہے۔ اِس سے ہمیں بہت خسارہ آتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اے انسان خود کو بھول جا۔ اس پر ایک سوال ہے کہ اگر خود کو بھول گیا تو پھر ہاتھ کیا آیا؟ جواب اس کا یہ ہے کہ تو ایسی مستی میں رہے کہ جہاں تجھے اپنی خبر ہی نہ ہو[1]۔ یہ حالت کسی کو ہی نصیب ہوتی ہے۔ سلامتی تنہائی میں ہے۔ اسی لئے اولیاء اللہ نے جنگلوں میں جا کر تالابوں کا پانی پینے، درختوں کے پتے کھانے اور طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھا کر اپنی قیمتی زندگی کو سنبھالا۔ فقیروں نے خدا کو جنگلوں میں نہیں پایا بلکہ گھر میں پا کر وہاں جنگل میں لطف اٹھایا۔ فقیر کو تنہائی بہت پسند ہے۔ ایک دن جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ اپنے حجرہ میں تنہا بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے کہ چھت پر اوپر ایک چڑیا بیٹھی تھی اور اُس نے مٹی کی ایک روڑی گرادی۔ وہ کاغذ پر آ پڑی۔ تو شور ہوا آپ رضی اللہ عنہ نے اوپر دیکھ کر چڑیا کی طرف غصے سے قلم کا اشارہ کیا تو چڑیا کا سر قلم ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اب دیکھو کہ آپ رضی اللہ عنہ کو وہ تنہائی کا وقت کتنا پیارا تھا۔ جنابِ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج پر جانے سے پہلے ذاتِ پاک نے تنہائی کا سامان کیا اور آسمان کو حکم ہوا کہ کھڑا ہو جا اور ہر ایک چیز اپنی اپنی جگہ پر کھڑی ہوگئی اور اٹھارہ سال کا عرصہ ہو گیا۔ یعنی ایک ہی رات ہوگئی اور بالکل سُنسان ہوگئی۔ اب دیکھو اللہ پاک کو بھی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے کیلئے تنہائی پسند تھی۔ اس طرح فقیر جب تنہا ہوتا ہے تو وہ اپنے خدا سے واصل ہوتا ہے جیسے ایک فقیر اپنی یکسوئی میں بیٹھا تھا کہ اوپر سے ایک آدمی آ کر کہنے لگا کہ فقیر سائیں آج تو اکیلے بیٹھے ہو۔ فقیر نے جواب دیا پہلے تو اکیلے نہیں تھے۔ تیرے آنے سے اکیلے ہو گئے۔ یکسوئی ایک شِست یا نشانہ یا گھات ہے۔ جیسے بندوق چلانے والا اپنی شِست پکاتا ہے

---

(۱)۔ ع:

نہ میں رہوں نہ میری کوئی آرزو رہے

Marfat.com

۔اگراس کا ہاتھ یا سانس بھی اِس وقت پر ذرا سا نکل جائے تو نشانہ چُوک جاتا ہے۔اِس طرح جب فقیر بھی مراقبہ میں بیٹھا ہو اور کوئی آواز یا کھڑک ہو جائے تو اُس کی یکسوئی ٹوٹ جاتی ہے اور اسے بہت افسوس ہوتا ہے۔اسی لیے فقیر مخلوق کی طرف سے تین چیزیں بند کر لیتے ہیں۔اول سُننا ، دوم بولنا، سوم دیکھنا۔ ہر ایک انسان کے پاس ذاتی نور ہے جو یہ تین چیزیں ضائع کر رہی ہیں۔ مولانا روم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ؎

چشم بند و گوش بند و لب ببند

گر نہ بینی سرِّ حق بر من بخند

یعنی آنکھ بند کر، کان بند کر اور ہونٹ بند کر (کے یادِ حق میں مستغرق ہو جا)۔اگر پھر تو رازِ حق کو نہ پا سکے تو مجھ پر ہنسنا (کہ گپ ماری تھی)

اے انسان! اگر تین چیزوں کو تو روک لے اور پھر تمہیں خدا نہ ملے تو میری کلام پر ٹھٹھا کر۔

جو خاموش رہا وہ سلامت رہا اور جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا۔حدیث شریف مَنْ سَکَتَ سَلِمَ وَمَنْ سَلِمَ نَجٰی۔یعنی جو خاموش رہا، سلامت رہا اور جو سلامت رہا اُس نے نجات پائی۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 44

۵ مانہمہ/ ماگھ۲۰۱۴ بکرمی/ ۸ رجب ۱۳۷۸ ہجری/ ۱۸ جنوری ۱۹۵۹ء بروز اتوار بوقت عشا

ءفرمایا انسان کو دو راہوں سے دیدار ہو سکتا ہے۔ ایک تو کانوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ کوئی آواز یا راگ سننے پر وجد ہو جاتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو جاتا ہے۔ دوسرا آنکھوں کے دیکھنے سے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ (صحیح مسلم) میں نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت میں پیدا کیا۔ تو پھر آدم علیہ السلام کی صورت اللہ تعالیٰ کی صورت ہے۔ اسلئے آدم کی صورت دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آتا ہے ان دو راہوں کے سوا اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوتا اور عبادت ہزار سال یا کروڑ سال بھی کرتا رہے تو بھی اللہ پاک کا دیدار نہیں پا سکتا۔ عبادت سے تو جنت ملے گی جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے مومنوں سے اور اللہ تعالیٰ کے جو عاشق ہوں گے وہ مومنوں کو ٹھٹھے کرینگے کہ تو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہا اور بہشت کیلئے عبادت کی۔ مومن نے تو صرف شریعت کو قائم رکھا اس سے آگے کچھ خبر نہ ہوئی اور عشاق نے دیدار پایا۔ دیدار ایک جلوہ ہے جس کی ایک جھلک کسی شہنشاہ کو تمام عمر میں ایک بار خواب میں ہی پڑ جائے تو وہ پھر کیا کرے؟ صبح اُٹھتے ہی پہلے بادشاہی کو جواب لکھ دیگا اور تمام عمر اس انتظار میں گزار دے کہ ایک بار پھر وہ جھلک نصیب ہو۔ وہ جھلک صرف بجلی کی طرح نظر آئے۔ اِس سے زیادہ بھی نہ ہو۔ اس کی خاطر ساری عمر گزار دے۔ فرمایا جہاں وہ جھلکوں والا سارا ہی سما جائے وہ کیا کرے۔ جب پُل صراط پر سے عاشق گزرے گا تو دوزخ پکارے گا اے اللہ کے دوست جلدی گزر جا تو نے مجھے سرد کر دیا ہے جلدی کر گزر جا۔ وہ توحید پرست ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر چین کے ملک میں ایک شخص توحید کا وعظ کرتا ہو۔ مجھے پتہ چل جائے تو میں اپنی آنکھوں کے قدم بنا کر چلوں اور وہ کلام سُنوں۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 45

۱۴ ماگھ/ماگھ ۲۰۱۴/ ۱۷ ماہِ رجب ۱۳۷۸ ہجری/ ۲۷ جنوری ۱۹۵۹ء بروز منگل فرمایا کہ اللہ پاک نے سارا قرآن پاک اَمر و نہی سے بھر دیا ہے کہ یہ کام کرو یہ نہ کرو۔ اور فرمایا جو امر و نہی پر عمل کرے اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔ جو نعمتوں کا گھر ہے۔ جس نے حکم نہ مانا اس کو دوزخ میں ڈالوں گا ۔تو مومن نے دوزخ کے خوف اور بہشت کے طمع پر عبادت کی اور عشاق کو دیدار ہوگا۔ زاہد عبادت کرنے والے دیدارِ الٰہی نہیں پا سکتے کیونکہ انہوں نے بہشت کے لالچ اور دوزخ کے خوف سے عبادت کی۔ اللہ تعالیٰ عبادت کا بدلہ جنت دے گا۔ عاشقوں نے دنیا و آخرت اور ماسوا اللہ سب کو ترک کیا اور صرف دیدارِ الٰہی چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اُن کو دیدیا اور فرمایا تم میرے خالص بندے ہو۔ میرا دیدار اور قُرب تمہارے ہی لیے ہے[(۱)]۔ عاشق مومنوں کو طعنہ دینگے کہ افسوس تم بہشت میں گر پڑے اور اس کو کافی سمجھ لیا ہے۔ اور اس کے بنانے والے کو کیوں نہ چاہا۔ گویا عشاق کیلئے جنت کھائی ہے۔ عاشق الٰہی کی نظر میں مومن گرا ہوا ہے کیونکہ اُس نے مخلوق کو چاہا نہ کہ خالق کو ۔عاشق مومن کو کہے گا کہ تم شہوت پرست ہو یعنی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اُسکی بنائی ہوئی چیزوں کو چاہا ۔اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہے۔ بہشت و دوزخ مخلوق ہے اللہ تعالیٰ کی۔ گویا خالق کو چھوڑ کر مخلوق کو چاہا۔ عاشق اللہ کے غیر کو چھوڑ کر اللہ کو ملے[(۲)]۔ اللہ تعالیٰ کے دو تجلّی ہیں تنزیہی اور تشبیہی۔ پہلا تجلّی جو ذاتی ہے وہ خود رَو دل سے اُٹھتا ہے جو بغیر دیکھے اُسے خدا کی طرف کھینچ لیتا ہے اور دوسرا تجلّی وہ صورت کو دیکھ کر چمک اُٹھتا ہے۔ جس کو دیکھتے ہی دل میں جو غیر ہوتے ہیں وہ سب جل جاتے ہیں کیونکہ تجلّی ایک آگ ہے اور آگ کا کام جلانا ہے اسکو جو اس میں آ پڑے۔ اس کو ہم رنگ کر دیتی ہے۔ جس طرح آگ میں لکڑی ڈال دو تو پہلے اُس سے دھواں نکل آیگا۔ وہ دُھواں اُس

---

(۱)۔

حور پہ آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا　　　سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

(۲)۔

جنہاں ویکھ لیا اُس ماہی نوں اوہ غیر دی چاہت نہیں رکھدے

Marfat.com

لکڑی کا کھوٹ ہے۔ جب وہ کھوٹ نکل جائے گا تو وہ انگارہ بن کر آگ ہو جائیگی۔ انسان کے اندر بھی چار کھوٹ ہیں وہ کیا ہیں؟ جب محبت کی آگ لگ جاتی ہے تو اُسے جلا کر ہم رنگ بنا دیتی ہے۔ عشق کیا ہے ایمان ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے۔ ایمان کا حقیقی نام عشق ہے اور جس کے دل میں عشق الٰہی نہیں وہ ایمان کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ عام لوگوں کی سمجھ یہ ہے کہ عشق گمراہی ہے لیکن یہ ناقص سمجھ ہے جو عاشق یا عشق کو گمراہ کہتے ہیں۔ عام لوگ ناقص عقل والے اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں یعنی اولیاء اللہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ ہماری طرح کھاتے پیتے اور نکاح کرتے اور اولاد والے، مال والے سب کچھ گھر رکھتے ہیں اور پھر کس طرح فقیر ہو گئے ہیں۔ اور بعض لوگ اپنے اعمال اور فطرت کو مدِ نظر رکھ کر فقیروں پر اعتراض کرتے ہیں۔ اسلیے وہ اولیاء رضی اللہ عنہم و انبیاء علیہم السلام کے پاس رہ کر بھی محروم رہ جاتے ہیں۔ ایک ولی اللہ کا ذکر ہے اُس کے پاس بہت سی لونڈیاں رہتی تھیں۔ اس کے پاس ایک مرید آیا اور دل میں یہ خیال کیا۔ یہ پیر اتنی حسین لونڈیاں پاس رکھ کر کس طرح ثابت رہ سکتے ہیں تو پیر صاحب نے جب اُس کے اِس خیال کو دیکھا تو آپ نے ایک ڈبی میں روئی رکھ کر اس میں ایک جنڈ کا انگارہ رکھ کر بند کر دیا۔ اور فرمایا اے مرید فلاں جگہ ڈبی پڑی ہے وہ لے آؤ۔ جب مرید نے ڈبی کھول کر دیکھی تو حیران رہ گیا اور کہنے لگا یہ تو میرے سوال کا جواب ہے جو مجھے مل گیا ہے۔ اس وقت پیر صاحب کے قدموں پر گر پڑا اور معافی مانگی۔ فقیر صاحب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اسی طرح بحکمِ الٰہی فقیر بھی ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر قادر نہ ہوتا تو اس کا فعل ہے جلا دینا۔ اور چھری کا کام ہے کاٹنا اور پانی کا کام ہے ڈبونا تو بتاؤ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب نمرود نے چخہ میں ڈالا تو آگ نے کیوں نہ جلا دیا۔ پھر جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری رکھی تو اُس نے گلا کیوں نہ کاٹا۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بمعہ فوج دریا کو عبور کیا تو انہیں کیوں نہ پانی نے ڈبویا۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ سب چیزیں کسی کے قبضہ میں ہیں خود مختار نہیں ہیں۔ اللہ پاک کے ہاتھ میں کل جہانوں کی چوٹیاں ہیں۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 46

۸فروری ۱۹۵۹ء بروز اتوار، بندہ راقم الحروف (پیر انوار حسین جلوآنوی) صاحبزادہ سائیں محمد اصغر شاہ صاحب کے ہمراہ حضور پُرنور سائیں پاک کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ صاحبزادہ صاحب چونکہ حضور کا فوٹو کھینچنا چاہتے تھے حضور کے انکار فرمانے پر مغموم اور ناراض تھے اسلئے بندہ تو حضور کے یاد فرمانے پر حاضر ہو گیا لیکن صاحبزادہ صاحب چھپ کر کھڑے رہے کہ جب تک سائیں پاک فوٹو نہیں کھنچوائیں گے حاضر نہیں ہوں گا۔ حضور نے میاں سَید کو ارشاد فرمایا ''ڈھولو ماہی کہاں ہے'' تو میاں سَید نے عرض کی: قبلہ! وہ کہتے ہیں کہ جب تک سائیں فوٹو نہیں کھینچنے دیں گے تب تک نہیں آؤنگا۔ حضور نے مسکرا کر فرمایا ''اِدھر لے تو آؤ''۔ اتنے میں میاں نذر نے صاحبزادہ صاحب کو انکے بچپن کی فوٹو پیش کی کہ یہ اپنی فوٹو دیکھیں۔ مگر صاحبزادہ صاحب ناراض ہو کر کھڑے رہے تو سائیں پاک ہنس پڑے اور فرمایا ''یہاں بھی ناراض ہے اور وہاں بھی ناراض ہے''۔ اتنے میں صاحبزادہ صاحب رونما ہوئے تو حضور نے فرمایا ''اِدھر آؤ'' اور اپنے زانو مبارک پر بٹھا کر پیار فرمایا۔ پھر جب صاحبزادہ صاحب آپ کے سامنے بندہ کے ساتھ ہی پیڑھی پر بیٹھ گئے تو حضور نے فرمایا ''ڈھولو ماہی! بس اتنی بات پر ناراض ہو گیا تھا۔ اب جتنے چاہے فوٹو لے، لے لیکن مجھے بندہ تو بننے دے[1]''۔ پھر فرمایا ''پہلے بلندی میں تھا اب پستی میں آرہا ہوں کیونکہ خدا تعالیٰ نے بھی بلندی سے پستی کو ہی پسند فرمایا اور جہان کا اظہار فرمایا''

بعدازاں کچھ دیر خاموشی اختیار کی پھر صاحبزادہ صاحب کو فرمایا ''اندر سے شعر لے آؤ'' یہ شعر بندہ نے تقریباً اٹھائیس (۲۸) رنگ سے خوشخط لکھ کر حاضرِ خدمت کیے تھے، وہ یہ ہیں:

بحرم عشق توام میکشند غوغائیست
تو نیز برسرِ عام آکہ خوش تماشائیست

---

(۱)۔ یہ بڑا ذومعنی فقرہ ہے، اوّل ظاہری مطلب یہ لیا جا سکتا ہے کہ اسوقت حضور عام روٹین میں بے تکلف بیٹھے تھے جیسا کہ تصاویر سے ظاہر ہے، مجھے پیر انوار حسین صاحب جلوآنوی نے بتایا، حضور کے گلے میں مفلر اور سر مبارک سے برہنہ جو فوٹو ہیں یہ اسی موقع پر اُتارے گئے، دوم روحانی مطلب یہ لیا جا سکتا ہے کہ حضور اسوقت ایک خاص کیفیت میں بیٹھے تھے جسے عرفاء فنافی الذات کہتے ہیں، اس حال میں کسی اور طرف متوجہ ہونا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ پھر یہ حقیقت بعدازاں فرمائے گئے کلمات سے بھی ظاہر ہو رہی ہے۔

Marfat.com

یعنی میں تیرے عشق کا سمندر ہوں لوگوں نے عجب ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔ تو بھی کبھی سرِ عام تشریف لا کہ کیا ہی اچھا نظارہ ہے۔

آنکھ لگ جانے کو آرام کہا کرتے ہیں
جبکی لگی نہ آنکھ مجھے آرام نہیں

ان کو اپنے سامنے رکھوا کر فرمانے لگے تو نے بہت اچھا لکھا ہے۔ میں سونے تک ان کو پڑھتا اور دیکھتا رہا۔ پھر فرمایا فارسی والا شعر کس کا ہے؟ بندہ نے عرض کی غالباً مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اس پر حضور بہت محفوظ ہوئے۔ پھر دوسرے شعر کے متعلق بندہ کی طرف نظرِ کرم فرمائی تو عرض کی ایک اور مولانا کا ہے۔ اس پر صاحبزادہ صاحب نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ شعر انہی مولانا (پیر انوار حسین) کا ہے۔ حضور نے فرمایا ''ان میں عشق بلند ہے اور سب کچھ عشق ہی ہے'' اتنا فرما کر خاموش ہو گئے۔ بعد ازاں بندہ نے عرض کی، قبلہ! عشق کیا ہے؟ تو فرمایا مولانا نظامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اللّٰہ طلبی رو بره عشق نظامی
العشق ھو اللّٰہ، ھو اللّٰہ، ھو اللّٰہ [1]

مزید فرمایا ''عشق کا دوسرا نام ایمان ہے تا کہ عام لوگوں کی سمجھ میں آ جائے اور عشق کو فسق نہ خیال کر بیٹھیں۔ عشق پر پردہ ڈالنے کی خاطر ایمان فرمایا گیا۔ صرف حضرت انسان ہی ہے جو عشق کے قابل ہے۔ عشق وہ ہے جو فرشتوں کو بھی نصیب نہیں۔ اسلیے فرشتوں پر بھی انسان کا مرتبہ بلند و ارفع ہے۔ حضرت انسان ہی فقط عشق کو اُٹھانے پر قادر ہے۔ فرشتے تو صرف عبادت کیلئے ہیں۔ اس پر یہ شعر پڑھا

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کرّ و بیاں

---

(۱)۔ اے نظامی! اگر اللہ کی چاہت ہے تو عشق کا راستہ اختیار کر، کیونکہ عشق ہی اللہ ہے، اللہ ہے، اللہ ہے۔

Marfat.com

تو بندہ نے عرض کیا قبلہ! مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''**قدسیاں را عشق ہست و ذرد نیست** ''یعنی فرشتوں کو عشق ہے لیکن دَرد نہیں۔تو جناب نے فرمایا عشق و دَرد ایک ہی چیز ہے کیونکہ جہاں عشق ہے دَرد ضرور ہے۔اگر دَرد ہے تو وہ عشق ہی ہے یعنی دَرد و عشق لازم و ملزوم ہیں۔اِس پر بندہ نے عرض کی پھر تو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بھول گئے،تو جناب ہنسے اور فرمایا بلا شک آپ سے بھول ہوئی کیونکہ یہ کشف کی بات ہے اور کشف میں بھول ہو جایا کرتی ہے نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ ایک عارف دوسرے عارف کے حال سے واقف ہو۔اللہ تعالیٰ ایک عارف کے حال سے دوسرے عارف کو کم ہی مطلع فرماتا ہے تاکہ کوئی پریشان نہ ہو حتیٰ کہ ایک نبی دوسرے نبی کی حالت کو بھی نہیں جانتا''۔پھر جوش میں آ کر فرمایا''خُدا ایک اسم ہے اور وہ اسم با مسمّٰی ہے جیسا کہ لفظ''شیر''سُن کر بغیر کسی فکر کے شیر کی ذات معلوم ہو جاتی ہے۔ابتدائے نوجوانی کی بات ہے میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ خُدا کیا ہے؟ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْر ،وہ قدیر کیا ہے ؟ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ مُّحِيْط ،وہ محیط کیا ہے؟

فتحپور شریف ایک دفعہ چند آدمیوں کے سامنے یہی سوال درپیش تھا۔ایک مولوی صاحب جو دُرویش بھی تھے،میں نے یہی سوال کیا کہ خُدا کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا خُدا عشق ہے،جس پر میں نے پھر سوال کیا کہ عشق کا معنی تجلی یا جلوہ ہے اور تجلی،متجلی کے اختیار میں اور جلوہ،جلوہ گر کے اختیار میں ہوتا ہے۔وہ متجلی اور جلوہ گر کون ہے؟ پہلے تو وہ خاموش ہو گئے پھر ٹھہر کر کہا کہ''یہ تمامی صورتیں جہاں میں اسی کی صورتیں ہی تو ہیں''،میں نے سوال کیا کہ ہم نے یہ چیزیں جو دیکھی ہیں تو کیا خُدا نظر آ گیا؟ تو مولوی صاحب نے کہا نہیں۔پھر کہا کہ انسان کی صورت خُدا کی صورت ہے۔تو میں نے سوال کیا،ہم جو ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں تو کیا ہم نے خُدا کو دیکھ لیا؟ تو انہوں نے کہا نہیں۔پھر فرمایا''مولوی صاحب کو اثبات کے بعد نفی نہیں کرنی چاہیے تھی بلکہ اثبات کے دلائل پیش کرتے اور اصل کی طرف توجہ کرتے جس سے یہ مطلب حل ہو جاتا''پھر حضور نے فرمایا''یہ سوال تین مہینے تک میرے دل میں گھومتا رہا حتیٰ کہ میں بیقرار ہو جاتا اور اتنا خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں میری جان نہ چلی جائے۔پھر یہی خیال بسبب تسلی کا ہو جاتا کہ جہاں سے یہ سوال پیدا ہوا ہے

Marfat.com

جواب بھی ضرور ملے گا۔ پھر چند دنوں کے بعد میں اپنے خیال میں جب بیٹھا ہوا ہوتا تو میری نظروں کے سامنے بغیر کسی تکلف کے اسماء گزر جاتے لیکن میرا مقصود حاصل نہ ہونے کی وجہ سے دل کو تسلی نہ ہوتی۔ کوئی بار ایسا ہوتا رہا آخر کار اسی طرح وہ ہی اسم جب سامنے آیا تو جھٹ میں نے پہچان لیا کہ یہی وہ ہے جو میرے سوال کا جواب ہے اور میری تسلی ہوگئی۔ وہ ایک اسم ہے"۔ جس پر بندہ نے عرض کی، قبلہ! مہربانی فرما کر وہ بیان فرمادیں لیکن جناب نے کوئی توجہ نہ فرمائی اور ہنس کر کلام جاری رکھا۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 47

۴ ماہ پھاگن ۲۰۱۴ بکرمی/ ۶ شعبان ۱۳۷۸ ہجری/ ۱۵ فروری ۱۹۵۹ء بروز اتوار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں اولیاء اللہ کو نرالے دل بخشے ہیں جو ہر گھڑی نئی شان میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین اور سات آسمانوں اور عرش و کرسی کو حکم دیا کہ تم میری امانت رکھتے ہو؟ تو سب نے دُہائی دُہائی کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کی طرف اشارہ کیا کہ تم میری امانت رکھتے ہو؟ تو انہوں نے بھی انکار کیا۔ پھر عرش و کرسی کو حکم دیا تو انہوں نے بھی اس بوجھ سے انکار کیا کیونکہ وہ سب مخلوق تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کے پیکر میں اپنی روح پھونکی اور فرمایا اے انسان! تو میری امانت رکھتا ہے؟ تو انسان جھٹ پٹ بول اُٹھا کہ ہاں میں تیری امانت رکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے وہ امانت انسان کے دل میں رکھ دی اور انسان نے اس بارِ امانت کو اُٹھالیا۔ کیونکہ انسان اہل اللہ تھا۔

قدسیاں بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند

فرمایا کہ دیکھو عرش کی فراخی تو کجا جو عرش پر کرسی رکھی ہوئی ہے وہ عرش سے نیچے کے درجے میں ہے۔ اس کی فراخی کی تعریف اللہ پاک فرماتے ہیں کہ وہ اتنی وسیع اور فراخ ہے [1] کہ اگر زمین اور سات آسمان اس کرسی پر رکھ دیں تو اس طرح معلوم ہوگا جیسے جنگل میں ایک رائی کا دانہ پھینک دیا جائے۔ حدیثِ قُدسی میں اللہ پاک فرماتا ہے "نہیں میں سماتا آسمانوں میں اور زمینوں میں مگر میں سماتا ہوں مومن کے دل میں" تو وہ دل کتنا وسیع ہوگا۔ اگر یہ سب جمع کر دیئے جائیں تو دل کے شہر کے دروازے کی چوکاٹ بنے گی۔ تو اب دیکھو کہ وہ شہر کتنا وسیع ہوگا جس کی چودہ طبقات کی محض دہلیز ہی بنی ہے۔ دل کی فراخی کی کوئی انتہا نہیں۔ یہ دل نہیں جو انسان کے جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے۔ یہ تو حیوانات اور پرندوں میں بھی ہوتا ہے۔ دل اور چیز ہے۔ عام لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ آدمی کے بدن میں بائیں جانب گوشت کا ٹکڑا ہے وہ دِل ہے لیکن ہرگز نہیں۔ یہ تو

---

(۱)۔ وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔یعنی اللہ کی کرسی آسمانوں اور زمینوں سے وسیع ہے۔

Marfat.com

مجاز ہے۔ حقیقی دل اور ہے جو وہ لامکان ہے جس میں اللہ پاک کی گزر ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ قُلُوبُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَرْشُ اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی مومنوں کے قلوب اللہ تعالیٰ کا عرش ہیں۔ ایک دفعہ حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ وجد کی حالت میں عرشِ معلیٰ پر گئے اور عرش سے پوچھا کہ اے عرش! اللہ تعالیٰ کہاں ہے تو عرش نے کہا کہ آسمان والے زمین پر ڈھونڈتے ہیں اور زمین والے آسمان پر ڈھونڈتے ہیں۔ اور مجھے آواز آئی ہے کہ اے عرش! اگر مجھے دیکھنا ہے تو بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کے دل میں دیکھ لے۔ میں وہاں رہتا ہوں۔ اولیاء اللہ کی علیحدہ علیحدہ شانیں ملتی ہیں اور اللہ پاک کی تو بے شمار شانیں ہیں کہ ایک ولی کو تو دوسرے ولی کی شان کا پتہ ہی نہیں۔ جیسا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک دن حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ مسجد میں وعظ فرما رہے تھے تو ایک آدمی مسجد سے اُٹھ کر اندر مسجد میں گیا تو دیکھا کوئی آدمی مسجد کے کونے میں چُھپ کر بیٹھا تھا۔ اس آدمی نے جو باہر سے گیا تھا کہا کہ اے شخص باہر شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کا وعظ ہو رہا ہے اور تُو یہاں بیٹھا ہے۔ اُس اندر والے آدمی نے جواب دیا کہ میں خود قادر کا وعظ سُن رہا ہوں مجھے عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے وعظ کی کوئی ضرورت نہیں تو وہ آدمی حیران ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ اگر تُو اس دعویٰ میں سچا ہے تو بتا کہ میں کون ہوں؟ تو اُس نے کہا کہ تُو خضر علیہ السلام ہے اور یہاں سے چلا جا میرا وقت ضائع نہ کر۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کی شان کہ حضرت خضر علیہ السلام کے علم سے بھی چُھپ کر بیٹھا تھا۔ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام سے میں نے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھی۔ یہ چودہ طبق اُس کے سامنے کوئی پردہ نہیں۔ پھر دیکھو کہ اُس آدمی کے حال کو نہ پہچان سکا۔ فرمایا اسی طرح ایک آدمی دوسرے آدمی کی شان کو نہیں پا سکتا۔ ہر آدمی کی جُدا جُدا شان ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی شانیں ہیں۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 48

۱۶ پھاگن ۲۰۱۴ بکرمی / ۱۸ شعبان ۱۳۷۸ ہجری / ۲۷ فروری ۱۹۵۹ء بروز جمعۃ المبارک صبح
کو فرمایا کہ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی طرف آئے تو اس دنیا کے کاموں کا اللہ تعالیٰ خود ذمہ دار ہوتا ہے
۔ میں تمہیں ایک واقعہ سناؤں کہ مجھے خوب یاد ہے کہ جب بابا سائیں فتح پور شریف والے رضی اللہ عنہ
منزل عشق میں تھے اور ابھی عارف نہ تھے کیونکہ عاشق کی منزل جدا ہے اور عارف کی منزل جدا ہے
تو اس وقت بھی آپ کا عشقِ الٰہی کمال تھا کہ آپ کے درویشوں میں عشق کا تجلی پڑتا جو آپ کی مجلس
میں بیٹھتے تھے ۔ ایک کو وجد ہوتا دوسرا اُسے پکڑتا یا ہاتھ لگاتا تو اُسے بھی وجد ہو جاتا اور ایک درویش
آپ کا ایسا تھا کہ ہوا سے جب درختوں کے پتے کھڑکتے تو اُسے وجد ہو جاتا اور کبھی مکھیوں کی
بھنکار پر وجد ہو جاتا۔ اُس درویش کا نام احمد شاہ بھینا تھا اور بابا سائیں کے عشق کی تو کوئی انتہا ہی نہ
تھی ۔ یہ کتاب ''مکتوبات عشق'' جو آپ نے بنائی ہے یہ اُس وقت منزلِ عشق میں بنائی ہے اور پھر
آپ عارف ہو گئے ۔ عارف کی منزل عشاق سے بلند ہے ۔ عاشق راستے میں ہے اور عارف پہنچا
ہوا ہے ۔ بابا سائیں مادر زاد ولی تھے ۔ ایک دفعہ بابا سائیں نے مجھے ذکر سُنایا کہ ایک دفعہ میں
استاد سے سبق پڑھ رہا تھا کہ ایک مست آ گیا۔ میری طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ ابھی کچھ پڑھنے میں
کسر ہے ۔ اسی طرح دو تین بار کہا اور پھر استاد کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ اسے تم کیا پڑھاتے ہو یہ
تو پڑھا ہوا ہے ۔ تم اپنی استادی اپنے پاس رکھو اور فرمایا کہ میری آنکھوں دیکھنے کا واقعہ ہے کہ ایک
دن بابا سائیں مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک مست آ گیا تو بابا سائیں نے دیکھا تو کھڑے ہو گئے تو
اس مست نے کہا کہ باپ جی کھڑے ہو جاؤ تو بابا سائیں کرسی پر بیٹھ گئے تو وہ مست مجلس میں
دُرویشوں کے ساتھ بیٹھ گیا۔ بابا سائیں کے پاس آم پڑے ہوئے تھے ان میں سے ایک آم اس
مست کو دیا۔ اس مست نے آم چُوس کر باقی کچھ بچا کھچا منہ سے نکال کر احمد شاہ بھینا کو دیا وہ پاس
ہی بیٹھا ہوا تھا۔ احمد شاہ نے اس آم کو چوسا اور باقی جو گٹھلی تھی وہ ایک اور درویش کو دے دی جو
پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ جس کا نام مولوی اسماعیل تھا۔ جب اس مولوی اسماعیل نے گٹھلی کو منہ کے

Marfat.com

نزدیک کیا تو اس مست نے دیکھ لیا تو جلدی سے اُس سے وہ گٹھلی چھین لی۔اور کہا کہ اس کو کیوں دی۔وہ جومست کی جوٹھی گٹھلی اُس مولوی کے منہ میں لگی تو اس کا یہ اثر ہوا کہ مولوی اسماعیل کو تو آگ بھڑک اُٹھی۔اسوقت مجلس سے اُٹھ کر گھر چلا گیا تو آرام نہ آیا۔پھر کنواں پر چلا گیا اور کنواں کے پانی والے حوض میں پڑا رہا پھر بھی آرام نہ آیا۔آخر بابا سائیں کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرا سائیں مجھے تو آگ لگ گئی ہے۔اسے بجھادو۔آپ نے پوچھا تمہیں کیا معلوم ہوتا ہے تو اُس نے کہا کہ میرا دل ایسے کہتا ہے کہ یہ سب گھر بار اور مال واولاد کو چھوڑ کر کہیں نکل جاؤں۔اور پھر دل گھبراتا ہے کہ میری عورت اور میری لڑکیاں کدھر جائیں گی۔اُن کا کون وارث ہوگا تو بابا سائیں نے فرمایا کہ گھر اور اولاد کا میں ذمہ دار ہوں کہ تیری اولاد کی دنیا بہت قدر کرے گی۔اس نعمت کو برداشت کر کے صبر سے بیٹھ جا۔پھر بھی اس کو عقل نہ آیا تو اس نے کہا کہ مجھ سے یہ بوجھ اٹھایا نہیں جاتا۔بابا سائیں نے بہت سمجھایا کہ یہ نعمت بڑی قسمت سے ہاتھ آتی ہے۔اس کو ضائع نہ کرو اور چپ کر کے گھر بیٹھ جاؤ۔اور اس فقیر کے پاس نہ جاؤ تو وہ کہنے لگا کہ وہ تو مجھے ہر وقت نظر آتا ہے۔جدھر دیکھتا ہوں وہی نظر آتا ہے۔اس سے کس طرح چھپ سکوں۔آخر کار اُس نے بابا سائیں کو بہت مجبور کیا اور کہا کہ یہ حال مجھ سے لے لو۔تو اس وقت بابا سائیں نے مجبور ہو کر کہا کہ جاؤ پیالہ میں پانی لے آؤ۔بابا سائیں نے پانی دم کر کے پلایا تو اس کا نشہ ٹوٹ گیا۔پھر پچھتانے لگا اور باقی تمام عمر رونے پچھتانے اور ہاتھ ملنے میں گزر گئی۔فرمایا کہ بابا سائیں بہت حسین تھے کہ آپ کی صورت دیکھ کر چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی وجد ہو جاتا اور جب مجلس میں آتے تو آپ کے نورانی چہرے کو دیکھ کر ثابت نہ رہ سکتے تھے اور قدموں پر سر جُھکاتے تھے تو وہابی لوگ سُن کر اعتراض کرتے کہ یہ سب کچھ پیر خود کراتا ہے۔

ایک دفعہ بُرج جیوے خان سے چار مولوی آئے اور کہنے لگے کہ پیر صاحب آپ لوگوں کو اپنے پاؤں پر کیوں جھکنے دیتے ہیں حالانکہ شریعت میں اسکی ممانعت ہے۔آپ انہیں کیوں نہیں روکتے ؟ تو بابا سائیں نے فرمایا کہ حاضرینِ مجلس سے قسم اٹھوا کر پوچھو کہ ان کو کسی نے کہا ہو کہ

Marfat.com

میرے قدموں پر سر جھکاؤ، تو تمام مجلس بولی کہ ہم کیا کریں ہمارے دل خود بخود جھک جاتے ہیں تو وہ مولوی لاجواب ہو گئے۔ پھر انہوں نے سوال کیا آپ نے اپنی کتاب مکتوباتِ عشق میں جو لکھا ہے مصرعہ ''جو کوئی میریاں اکھیاں نال ویکھے ساگی دِسدی اے ذات خدا بیلی'' تو بابا سائیں نے فرمایا کہ مولوی صاحب ذرا واضح کر کے اس مصرعہ کو پڑھو۔ تو مولوی صاحب نے بلند آواز کر کے پھر وہی مصرعہ دُہرایا۔ تو جناب نے فرمایا کہ مولوی صاحب ذرا سوچو اور انصاف کرو کہ میں نے اپنی اکھیوں کا نام لیا ہے یا لوگوں کی اکھیوں کا نام لیا۔ مولوی لاجواب ہو گئے اور شرمندہ ہو گئے

بادہ از ما مست شد نے ما ازو
عالم از ما ہست شد نے ما ازو

یعنی شراب ہمارے نشے میں مست ہے نہ کہ ہم اس کے نشے میں اور دنیا ہماری وجہ سے ہے نہ کہ ہم دنیا کی وجہ سے۔

فرمایا کہ ولی اللہ کا ظاہر کچھ ہوتا ہے اور باطن کچھ ہوتا ہے کہ وہ حقیقت کو جانتا ہے اور تو نہیں جانتا۔ فرمایا کہ اگر تیرا مرشد تجھے فرمائے کہ شراب سے مصلیٰ تر کر کے اس پر نماز پڑھ تو جلدی کر دیر نہ کر کیونکہ تو نہیں جانتا کہ کیا راز ہے۔ اس پر اعتراض نہ کر ورنہ محروم رہیگا[1]۔

فرمایا کہ جاننے اور نہ جاننے میں بڑا فرق ہے۔ جیسے بینا اور نابینا میں بڑا فرق ہے۔ اسی طرح جاہل اور عالم میں فرق ہے۔ جاہل اندھا اور عالم آنکھوں والا ہے۔ عالم کے معنی ہیں جاننے والا۔ اب جو موجودہ زمانے کے عالم بنے ہوئے ہیں۔ اِن سے پوچھا جائے کہ شریعت کیا ہے تو کہیں گے یہی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور کلمہ شریف۔ اس سے آگے کچھ پتہ نہیں۔ فرمایا کہ میں نے ایک مولوی صاحب سے پوچھا کہ شریعت کیا ہے؟ تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا لیکن وہ شریعت

---

(۱)۔ خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اس مضمون کو یوں بیان فرماتے ہیں:

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیرِ مُغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسمِ منزلہا

یعنی اگر تجھے پیرِ مُغاں کہے تو مصلیٰ شراب سے رنگ لے، اسلیے کہ سالک منزلوں کی رسم و راہ سے بے خبر نہیں ہوتا۔

Marfat.com

اور ہے جس پر چل کر انسان واصل باللہ ہو جاتا ہے۔شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت یہ چار منازل ہیں۔اس کی مثال ایسے ہے جیسے بادام۔اس میں چار پردے ہیں۔پہلا پردہ جو اوپر کا چھلکا ہے۔پھر اس کے نیچے دوسرا پردہ ہوتا ہے۔اس کو اتارو تو نیچے سفید رنگ کی گری ہوتی ہے۔پھر اس میں بھی پردہ ہوتا ہے جس سے روغن نکلتا ہے۔باقی فُضلہ رہ جاتا ہے۔اب دیکھو وہ روغن ان چھلکوں سے مل سکتا ہے؟ یہ شریعت چھلکا کی مثال ہے۔اس میں روغن نہیں ملتا۔اسی طرح جو ظاہر شریعت پر پابند ہیں وہ خدا کو نہیں پا سکتے۔لیکن جنت مل جائیگی۔عاشقوں کے سامنے یہ شریعت ادنیٰ غلام ہے، خدمت کرنیوالی لونڈی ہے۔شریعت ایک سڑک ہے جس پر چل کر اللہ تعالیٰ کا راستہ طے ہوتا ہے لیکن یہ تو بڑی سڑک ہے۔اس کے علاوہ اور بھی راستے ہیں جس طرح سڑک میں اور راستے مل جاتے ہیں اور وہ سیدھے ہوتے ہیں۔جو عاشق ہے وہ سڑکوں کے موڑوں کو چھوڑ کر سیدھے راستے پر چلتا ہے۔جیسے ایک آدمی پیدل چل کر مکہ شریف جائے۔اور ایک آدمی ہوائی جہاز پر سوار ہو کر جائے تو کون پہلے پہنچے گا؟ جو عاشق ہے وہ جہاز محبت پر سوار ہوتا ہے اور بہت جلد خدا کو جا ملتا ہے۔فرمایا کہ سوائے اولیاء اللہ رضی اللہ عنہم کے کسی کو شریعت اور طریقت، حقیقت اور معرفت کا پتہ نہیں۔اور اولیاء اللہ رضی اللہ عنہم اس کو جانتے ہیں۔اگر ایک شخص کھانا کھا رہا ہو تو اُس کھانے کی لذت اُسی کی ذات سے ہے۔دوسرے کو کوئی پتہ نہیں۔اگر وہ شخص اُسے اُس لذت کی تعریف کرے تو کیا وہ اسے حاصل ہو جائیگی۔ہر گز نہیں جب تک وہ کھانا نہ کھائے۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 49

بروز اتوار مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو حضور نے محمد اکرم دُرویش سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اکرم کچھ لاہور کے احوال سناؤ۔ اکرم نے عرض کیا کہ جناب جنگ کے بعد مسلمانوں کے دلوں کی مکمل صفائی ہو چکی ہے۔ اور لوگ مہاجرین کیلیے بہت ایثار و قربانی کر رہے ہیں۔ بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے شوقِ جہاد میں اللہ کی راہ میں ہر چیز نثار کر دی ہے۔ بعد ازاں اُس نے جناب کی خدمت میں عرض کی کہ اوائلِ جنگ میں گلبرگ کا ایک امیر آدمی اِس خیال سے لاہور چھوڑ آیا کہ یہ شہر محاذِ جنگ کے زیادہ قریب ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میں یہاں پر تباہ و برباد ہو جاؤں۔ لاہور چھوڑ کر اُس نے کوہاٹ میں جا کر ایک کوٹھی کرایہ پر لیکر رہائش اختیار کر لی۔ خدا تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کی کوہاٹ والی کوٹھی پر دشمن نے ایسا بم گرایا کہ وہ آدمی بمعہ اپنے اہل و عیال کے نیست و نابود ہو گیا۔ اِس حکایت کو سُن کر جناب نے فرمایا کہ موت کا وقت اور جگہ خدا تعالیٰ نے روزِ ازل ہی سے معیّن کر دیا ہے جو کسی بھی حیلے سے نہیں بدل سکتا۔ پھر جناب نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کی فوج کے ایک سپاہی کو حضرت عزرائیل علیہ السلام نظر آئے جس کی وجہ سے اس پر خوف و دہشت طاری ہو گئی۔ اس سپاہی نے نبی خدا علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھے فوراً فلاں جگہ پہنچا دو۔ پیغمبر خدا علیہ السلام نے ہوا کو حکم دیا کہ میرے اس لشکری کو فوراً اُس کی عرض کردہ جگہ پر پہنچا دو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بعد ازاں حضرت عزرائیل علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جناب نے فرمایا کہ اے عزرائیل علیہ السلام تُو نے میرے لشکری کی طرف کیوں اس طرح رعب و دبدبہ سے دیکھا۔ اُس نے عرض کیا جناب مجھے بارگاہِ ایزدی سے حکم ہوا تھا کہ فلاں آدمی کی جان ملک فارس میں جا کر قبض کر لو۔ میں دل میں حیران ہوا کہ یہ آدمی تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں ہے جو کہ ملکِ فارس سے بہت دور جگہ پر ڈیرہ ڈالے ہوئے ہے۔ اور مجھے ملکِ فارس کا حکم ہے۔ اس حیرانی کے ساتھ جب میں نے اُس کی طرف غور سے دیکھا تو اس آدمی نے خیال کیا کہ شاید یہ بلا اِسی ملک میں ہے۔ اور اپنے وطن فارس میں جا کر اس سے چھٹکارہ ہو جائے۔

Marfat.com

اِس کے بعد جناب نے حضرت رسولِ پاک ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے ایک مثال فرمائی کہ ایک کافر تھا جو کہ ہر وقت اِسی تاک میں لگا رہتا تھا کہ اگر مجھے حضور سرورِ دو عالم ﷺ کہیں اکیلے مل گئے تو میں اُن کو شہید کر دوں گا۔ چنانچہ ایک دن ایسا واقعہ ہوا کہ سرورِ دو عالم ﷺ ایک درخت کے نیچے سوئے ہوئے تھے۔ اُس کافر کا بھی اُدھر سے گزر ہوا۔ اُس نے یہ سنہری موقع سمجھا۔ جناب کے جسم اطہر پر وار کرنے ہی والا تھا کہ دِل میں خیال گزرا کہ اگر میں نے اسطرح آپ ﷺ پر نیند میں وار کیا تو عرب کے لوگ مجھے بزدل کہیں گے چنانچہ مناسب یہ سمجھا کہ پہلے جنابِ سرورِ دو عالم ﷺ کو جگا لیا جائے چنانچہ اُس نے جناب کو جگایا۔ اور کہا کہ کون ہے جو اِس وقت آپ ﷺ کو میری تلوار سے بچائیگا؟ جناب ﷺ نے فرمایا اللہ۔ اِس سے اُس کافر پر دہشت طاری ہوگئی۔ اس کا تلوار والا ہاتھ وہیں خشک ہوگیا۔ پھر جناب نے فوراً فرمایا اب تم کو کون بچائیگا؟ اُس کافر نے سرورِ دو عالم ﷺ سے حِلم کی اپیل کی اور فوراً کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ ان حکایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق، ناصر مطلق اور رازق مطلق ہے۔ مطلق کے معنی ہیں بغیر سبب کے ہر چیز کر سکتا ہے۔ اُس کی منشاء کے آگے سبب کی کوئی جگہ نہیں۔ اُس کے قبضۂ قدرت میں ہر ایک چیز ہے مثلاً آگ کا کام جلانا ہے، پانی کا کام ڈبونا ہے اور چُھری کا کام کاٹنا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کو آگ نے کیوں نہ جلایا اور چھری نے کیوں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا گلا نہ کاٹا۔ پانی نے کیوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فوج کو راستہ دے دیا۔ اور اُن کو نہ ڈبویا۔ ان تمام حقائق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں خدا تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اس کے امر کے تابع ہیں اور اس کے حکم کے بغیر پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔ مزید فرمایا کہ خدا تعالیٰ بغیر کسی سبب کے رزق دے سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک ولی اللہ کا واقعہ ہے:

وہ جنگل میں بیٹھے تھے کہ ان پر بھوک کا غلبہ ہوا۔ بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا کہ مجھے روٹی بھوک مٹانے کیلئے دو۔ درگاہِ الٰہی سے حکم ہوا کہ روٹی لو گے یا بھوک مٹانا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں تو بھوک مٹانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اُن کی بھوک بغیر کچھ کھانے کے رفع ہوگئی۔ اگر

Marfat.com

روزی اسباب یا عقل کے سہارے ملتی تو بیوقوف آدمی بھوکے مرجاتے۔ لیکن خدا تعالیٰ بے عقلوں کو ایسے روزی عطا کرتا ہے کہ عقل والے حیران وششدر رہ جاتے ہیں۔

خدا تعالیٰ ہر ایک چیز پر حاوی ہے۔ وہ کسی اسباب یا حیلے کا محتاج نہیں۔ لیکن دنیا والے ہر ایک چیز کو اسباب سے اور حیلوں کا مرہونِ منت سمجھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ پر کوئی ایمان نہیں رکھتے۔ اپنی عقل ہی ان کی کسوٹی ہے۔ فرمایا کہ جب کشتی بھنور میں ہوتی ہے تو ساکنانِ کشتی خدا تعالیٰ کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ دعائیں مانگتے ہیں کہ یا خدایا ہمیں بچانا۔ لیکن جب کشتی فضلِ ایزدی سے پار کنارے پر پہنچ جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو بھول کر یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ فلاں ملاح نے بہت زور لگایا۔ فلاں آدمی نے بہت اچھے چپو لگائے۔ جب وہ منجدھار میں تھے تو مؤحِد تھے۔ جب پار پہنچ گئے تو مشرک ہو گئے۔ خدا تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتا ہے کہ ہر ایک کی چوٹی میرے ہاتھ میں ہے۔ عارف باللہ قرآن پاک کے اس حکم کی مثال پتلیوں کے تماشے سے دیتے ہیں کہ جس طرح ظاہر والی آنکھ صرف پتلیوں کی حرکت کو دیکھ کر انہیں فعلِ مختار سمجھتے ہیں اور آنکھ تصور کرتی ہے۔ اسی طرح دنیا دار لوگ دنیا کو دیکھ کر تصور کر لیتے ہیں کہ یہ خود بخود چل رہی ہے۔ لیکن عارف لوگ تو اس دنیا کے چلانے والے کو دیکھتے ہیں۔ جو کہ پتلی گر کی طرح در پردہ بیٹھا ہوا ہے۔ ان تمام حقائق سے یہ معلوم ہوا کہ تقدیر اٹل ہے۔ اور جو کچھ خدا تعالیٰ کے ارادہ میں ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں درخت کے پاس نہ جانا۔ لیکن ساتھ ہی اس درخت کو حکم دے دیا کہ تم آدم کے ساتھ ہی رہنا چنانچہ آدم علیہ السلام جتنا اس درخت سے دور بھاگتے اتنا ہی وہ قریب ہوتا۔ آپ نے اپنے تخت کو حکم دیا کہ مجھے کسی ایسی جگہ پر لے جا جہاں یہ درختِ ممنوعہ نہ ہو۔ تخت سے آواز آئی کہ یہ میرے قبضۂ قدرت سے باہر ہے۔ اسی طرح عزازیل لوحِ محفوظ پر روز پڑھتا کہ ایک فرشتہ ہوگا جو ملعون ہوگا لیکن وہ سمجھتا کہ وہ کوئی اور ہوگا میں نہیں۔ آخر کار یہ لعنت کا طوق اس کے گلے میں پڑا۔ جناب نے فرمایا عارف اللہ کے نزدیک تقدیر والا مسئلہ اندھے کنویں کی طرح ہے۔ کہ جو کوئی اندھے کنواں کے گرد بار بار چکر لگاتا ہے وہ بالآخر اس میں گر پڑتا ہے۔ اس پر

Marfat.com

جناب نے فرمایا کہ مجھ سے ایک آدمی نے سوال کیا تھا کہ اگر نیکی اور بدی خدا کے ہاتھ میں ہے اور قلم روزِ ازل سے نوشتۂ تقدیر لکھ کر خشک ہوگئی تو نبی، پیغمبر اور اولیاء اللہ دنیا میں کس لیے آئے؟ کیونکہ جو کچھ لکھا جا چکا دنیا کی کوئی طاقت خواہ وہ نبی ہو یا ولی اس کو نہیں بدل سکتی۔ پھر کتب اور پیغمبروں کے نزول کا کیا معنیٰ؟ اس پر حضور نے جواب دیا کہ نبی یا پیغمبر اس لئے آئے ہیں تا کہ کوئی آدمی قیامت کے دن خدا تعالیٰ پر یہ حجت قائم نہ کرے کہ تو نے ہمیں کیوں دوزخ میں ڈال دیا۔ ہمیں تو نیکی بدی کا پتہ نہ تھا۔ لیکن اب بنی نوع انسان خدا تعالیٰ پر اعتراض نہ کرسکیں گے اور منشائے ایزدی پر کوئی معترض نہ ہو سکے گا۔ اس حجت کی مثال ایسی ہے جیسے جنابِ حسین پاک علیہ السلام نے میدانِ کربلا میں کوفیوں سے پانی مانگا تھا۔ تا کہ قیامت کے دن یہ بہانہ نہ کرسکیں کہ امام پاک علیہ السلام نے کب ہم سے پانی مانگا تھا کہ ہم نے نہ دیا۔ ان کے صرف اس اعتراض کو روکنے کیلئے جناب علیہ السلام نے پانی مانگا۔ حالانکہ امام حسین پاک علیہ السلام جو کہ سراپا منشائے ایزدی پر راضی تھے۔ ان سنگدلوں سے ہرگز پانی نہ مانگتے۔ آپ تو اس قدر تقدیر پر شاکر تھے۔ جب کوئی تیر آپ علیہ السلام کی طرف آتا تو جناب علیہ السلام رُخِ مبارک اس تیر کی طرف کر لیتے۔ یہ منشائے الٰہی سے موافقت کی انتہا ہے۔ خدا تعالیٰ کی تقدیر ایک ایسا راز ہے جس کو کوئی بھی نہیں پا سکتا۔

ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ اے خدا تعالیٰ کیا بہشت کی دیواریں ہیں۔ بارگاہِ ایزدی سے حکم ہوا کہ ہیں۔ پھر آپ نے عرض کیا، کیا بہشت کے دروازے پر قفل بھی ہیں۔ حکم ہوا کہ ہیں۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تو پھر کس طرح شیطان حضرت آدم علیہ السلام بہکانے کیلئے بہشت میں داخل ہوگیا۔ اس پر بارگاہِ ایزدی سے جھڑک آئی کہ بس موسیٰ علیہ السلام خاموش رہو۔ یہ میرا راز ہے۔ شیطان ملعون ہر وقت آدمی کو بہکاتا ہے۔ خدا کی راہ سے روکتا ہے کیونکہ شیطان کو جس وقت لعنت کا طوق ملا تھا اُس نے اُس وقت خدا تعالیٰ سے اپنی عبادت کا یہ عوض مانگا تھا کہ میں جہاں چاہوں پہنچ سکوں۔ جو شکل چاہوں بن سکوں۔ انسان کے دل میں میرا گزر رہو۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے شیطان کی یہ تینوں باتیں ہی قبول کرلیں۔ اب وہ جہاں

Marfat.com

چاہتا ہے پہنچ سکتا ہے۔ جو شکل چاہے بن سکتا ہے۔ صرف انبیاء اور پیرِ کامل کی شکل نہیں بن سکتا اور ہر انسان کے دل میں اس کا گزر ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب انسان کے دل میں نیکی کا خیال گزرتا ہے فوراً ہی اس کے ساتھ بدی کا بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ نے شیطان کو یہ تینوں باتیں عطا کر دیں تو پھر انسان کیلئے اپنی رحمت کا دروازہ کھول دیا۔ کہ جس وقت بھی کوئی توبہ کرے گا میں اس کے گناہ دامنِ رحمت میں چھپا لوں گا۔ چنانچہ ایک آدمی کا ذکر فرمایا کہ وہ ستر سال تک بتوں کی پوجا کرتا رہا لیکن اُسے ان سے کوئی مراد حاصل نہ ہوئی۔ آخر ایک دن تنگ آ کر بتوں کو توڑ دیا اور خدا تعالیٰ کو پکارا کہ یا اللہ!۔ درگاہِ ایزدی سے ستر بار یہ آواز آئی کہ لبیک یا عبدی! اس پر فرشتوں کو حیرانی ہوئی۔ اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کی کہ اس آدمی نے ستر سال بتوں کی پوجا کی لیکن ایک بار تمہیں پکارا ہے۔ اس پر مولا کریم کی بارگاہ سے ستر بار جواب آیا ہے۔ مولا کریم نے فرمایا کہ اگر میں بھی اسے جواب نہ دیتا تو مجھ میں اور ان بتوں میں کیا فرق ہے۔ سبحان اللہ! کیا شانِ رحمت ہے مولا کریم کی۔ اس کا دامنِ رحمت تو ہر وقت ہم غریبوں کے گناہ چھپانے کیلئے کھلا ہے۔

Marfat.com

ملفوظ نمبر 50

۳ جنوری ۱۹۶۶ء رات کو فرمایا کہ فقیری ایک گھات ہے جب گھات آ جائے تو ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نظر آتا ہے اور ہر چیز سے محبت ہوتی ہے۔ اور ہر چیز پیاری لگتی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا پانا ایک گھات ہے۔ کئی درویش بیچارے مارے جاتے ہیں۔ یہ گھات ایسی ہے۔ اس گھات کے نہ ملنے سے طالب مایوس اور بے امید ہو جاتے ہیں۔ انسان یہ تصور کرتا ہے کہ اللہ کا پانا کوئی دیدار ہوتا ہوگا۔ یا کوئی تجلی نظر آتا ہوگا۔ یا خواب بہت اچھے نظر آتے ہوں گے۔ ہرگز نہیں۔ یہ سب بھول ہی بھول ہے۔ کئی فقیر لکھتے ہیں کہ مرشد کامل مرید کو پہلے ہی روز اللہ تعالیٰ تک پہنچا سکتا ہے۔ یہ سب غلط ہے اور جہالت ہے۔ بچہ کی مثال لے لو۔ پہلے روز جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسے روٹی کھانا محال ہے۔ اسی طرح مرید بچہ ہے۔ یہ راستہ آہستہ آہستہ چل کر طے ہوتا ہے۔ پیر کامل نے تو راستہ بتانا ہے اور بیان کرنا ہے۔ مرید کا پہنچ جانا اپنی سمجھ کے متعلق ہے۔ جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لڑکے سمجھ پیدا کر یہ راستہ سمجھ سے طے ہوتا ہے۔ جتنا پیر مہربان ہوتا اتنا ہی زیادہ جلدی سمجھ جاتا ہے۔ مجلس سنتے سنتے ایک وقت ایسا آ جاتا ہے کہ پیرِ کامل نے راز کھولا اور مرید نے فوراً سمجھ لیا۔ جاہل لوگ ورد و وظائف زیادہ کرتے کرتے بجائے فائدہ کے نقصان کر لیتے ہیں۔ سمجھتے نہیں اور دل پر دباؤ ڈالتے ہیں۔ حتیٰ کہ دل انکار کر جاتا ہے۔ جس وقت دل انکار کر جائے عبادت بے سود ہے۔ دل ایک پاک اور لطیف چیز ہے۔

جو کچھ کہ تھا وظائف و اوراد رہ گیا
بس مجھ کو ایک نام تیرا یاد رہ گیا

فرمایا دیدارِ الٰہی ہونا عبادتوں پر منحصر ہرگز نہیں ہے۔ عبادت کرنے والوں کو دیدار نہیں ہے۔ دیدارِ الٰہی عاشق کو اور قربان ہونے والے کو ہوتا ہے۔ یعنی عاشق لوگ قربانی کرتے ہیں اور عابد لوگ قربانی سے بے خبر ہیں۔ فرمایا یہ ازلی تقسیم ہے جس کے مقسوم میں تھا اس نے پالیا۔ یہ غیبی امداد ہے۔ جن کی قسمت میں تھا انہوں نے پالیا۔ یہ ازلی تقسیم ہے یعنی رجوع الی اللہ ہے جس دل کو ہو جائے۔

Marfat.com

فرمایا دُرویش اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ مقروض رہتا ہے یعنی تڑپ اس کی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ حاجیوں نے رب کو نہ پایا، نماز پڑھنے والوں نے رب کو نہ پایا، لیکن عاشقوں، عارفوں نے اللہ تعالیٰ کو پالیا۔ انہوں نے اپنے دلوں کو مل مل کے صاف کرلیا۔ غیر محبت سے پاک کرلیا۔ پھر یہ شعر پڑھا

صفا کر دل کے شیشے کو یہ بے زنگار کافی ہے

عیاں ہے اس میں گر دیکھے جمالِ یار کافی ہے

جب دل صاف ہوجائے تو صفائی ہی صفائی ہے۔ دیدارِ الٰہی ہر وقت موجود ہے مگر دل اندھا ہوگیا ہے۔ دلیلوں سے دل اندھا ہوجاتا ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے جو بھی دل میں خیال گزرے وہ غیر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے ڈھونڈو میں برحق ہوں۔ ہر کلام دل میں نہ بیٹھ سکتی تھی۔ اس کی عقل اس کلام کو قبول نہ کرتی تھی۔ اور فوراً انکار کرتی تھی۔ حق کا انکار کفر ہے۔ معصوم بچے کو اگر سخت غذا گوشت وحلوہ اور پلاؤ وغیرہ دیا جائے اسے نفع کی بجائے نقصان ہوگا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری حدود کو نہ توڑو۔ یہ عام لوگوں کیلئے ہے اور خاص محبوبوں کیلئے فرمایا کہ کُلُوْا وَاشْرَبُوْ جو کچھ چاہو کھاؤ پیو۔ ان منازل کو عارف سمجھتا ہے۔ ظاہر عالم لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ میرے حبیب ﷺ اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو کچھ بھی پیدا نہ کرتا۔ یہ دونوں جہاں کس کی خاطر پیدا کیے؟ محبوب ﷺ کی خاطر کیونکہ محبوب سارا جہان نہیں ہوسکتا۔ پھر یہ شعر پڑھا

خاصاں دی گل عاماں اگے نئیں مناسب کرنی

مٹھی کھیر پکا محمدؒ کتیاں اگے دھرنی

جیسے امام پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں دل کا راز ظاہر کروں تو تمام جہان میرے خون کا پیاسا ہوجائے گا اور میرے قتل پر تیار ہوجائیں گے۔ فرمایا یہ دونوں جہان عارف کے واسطے پیدا کیے ہیں

حکایت: ایک ولی اللہ کا ذکر ہے کہ وہ حج کرنے کیلئے مکہ شریف گیا تو خانہ کعبہ[1] نظر نہ آیا عرض کی الٰہی تیرا کعبہ کہاں ہے؟ آسمان سے آواز آئی کہ اے حاجی ذرا ٹھہرو خانہ کعبہ میرے

---

(۱)۔ اس سے مراد حقیقتِ کعبہ ہے نہ کہ ظاہری صورت اور ایسا ہی ایک واقعہ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے بارے میں بھی کتاب ''تذکرۃ الاولیاء'' میں درج ہے۔

Marfat.com

دوست کے طواف کیلئے گیا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ جن کا طواف خانہ کعبہ بھی کرتا ہے۔بعض اللہ تعالیٰ کے بندے کعبہ کو تلاش کرتے ہیں۔اور بعض اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں کعبہ اُن کو تلاش کرتا ہے۔ایک اللہ تعالیٰ کے عاشق ہیں اور ایک اللہ تعالیٰ کے معشوق ہیں۔یہ ایک راز ہے۔ایک ہی دوا ہے کہ وہ ایک کیلئے شفا ہے اور دوسرے کیلئے مرض اور ہلاکت ہے۔ایک ہی چیز ہے بعض کیلئے موت اور بعض کیلئے زندگی ہے۔ایک دوائی کا نام تریاق ہے۔اگر کسی کو سانپ ڈس جائے تو اس کو دے دو تو اُسے فوراً آرام آجاتا ہے۔وہی دوا اگر سانپ کو کھلا دو تو وہ فوراً مر جائے گا۔مگر چیز ایک ہی ہے۔ایک کیلئے فائدہ مند اور دوسرے کیلئے نقصان دہ۔

Marfat.com

اے طالبانِ شوق چلو کوچۂ ابرار
سایہ فگن جہاں پہ میرے پیر کے انوار

خاصانِ الٰہی میں جو ممتاز و مکرم
اس منبعِ عرفاں کا منگانی میں ہے دربار

قادریہ آرگنائزیشن

دربار کرم طاہر آباد، منگانی شریف، جھنگ

280

Marfat.com